مسواک کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِتَاخِیْرِ الْعِشَاءِ وَبِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ.

[متفق علیه]

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں امت کے لیے مشکل نہ سمجھتا تو میں ان کو حکم دیتا کہ عشاء کی نماز کو دیر سے پڑھیں اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کریں۔“

حاصل مطالعہ

فضیلت ذکر

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں ذکر کرنے والوں کو ذکر کی جگہوں پر تلاش کرتے پھرتے ہیں اور جب وہ کسی قوم کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آؤ اور اپنا مقصود پا لو۔ پس وہ ان کو اپنے پروں سے آسمان دنیا تک گھیر لیتے ہیں۔ ان کا ربّ ان (فرشتوں) سے پوچھتا ہے حالاں کہ وہ ان سے بہتر جانتا ہے، میرے بندے کیا کہتے ہیں؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ وہ تیری تسبیح اور تکبیر بیان کرتے ہیں اور تیری حمد وتمجید بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں، نہیں۔ انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہوگی؟ وہ جواب دیتے ہیں اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو پھر تیری بہت زیادہ عبادت کریں اور بہت زیادہ تیری بزرگی، تعریف اور تسبیح بیان کریں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتے ہیں؟ وہ جنت کا سوال کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں، نہیں اللہ کی قسم! ہمارے ربّ انہوں نے جنت نہیں دیکھی۔ اگر وہ جنت دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہوگی؟ فرشتے کہتے ہیں: اگر وہ جنت دیکھ لیتے تو بہت زیادہ اس کی حرص رکھتے اور اس کی تلاش میں زیادہ کوشش کرتے اور بہت زیادہ رغبت رکھتے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ وہ جواب دیتے ہیں آگ سے پناہ مانگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کیا انہوں نے جہنم کی آگ دیکھی ہے۔ وہ جواب دیتے ہیں نہیں، ہمارے رب اللہ کی قسم! انہوں نے اسے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اگر وہ اسے دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہوگی؟ وہ کہتے ہیں اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اس سے بہت زیادہ راہ فرار اختیار کریں اور بہت زیادہ ڈریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ یقیناً میں نے انہیں بخش دیا ہے۔ ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے فلاں شخص ان میں سے نہیں وہ تو کسی ضرورت وحاجت کے تحت آیا تھا اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں یہ ایسے جانشین اور اصحاب مجلس ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بدبخت وبے نصیب نہیں رہتا۔

[بخاری: ٦٤٠٨]

فہرست

اداریہ

احوال

حافظ احمد شاکر

انسان فانی ہے اور علم لافانی۔ مہ و سال بڑھنے سے صرف علم کی عمر بڑھتی ہے جب کہ فانی انسان یہ سمجھتا ہے کہ میری ......یعنی انسان کی ......عمر بڑھ رہی ہے حالاں کہ حقیقت تو یہ ہے کہ ؎ غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

قارئین ۲۰۱۱ء شروع ہونے سے ہم سب کی عمر تو بلاشبہ ایک سال گھٹ گئی لیکن بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے محبوب جریدہ ہفت روزہ ''الاعتصام'' کی عمر بڑھ گئی کہ باسٹھویں جلد ختم کر کے تریسٹھویں جلد کا آغاز کر رہا ہے۔

اللهم لك الحمد ملأ السموات وملأ الأرض وملأ ما شئت لا تحصى ثناءً انت كما اثنيت على نفسك .

؎ جو ہوا، ہوا کرم سے تیرے جو ہوگا تیرے کرم سے ہوگا۔

قارئین کرام! ہفت روزہ الاعتصام اب تک جو جاری و ساری ہے اور بحمد اللہ کسی شمارے کے ناغے کے بغیر چل رہا ہے یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم، اس کے مؤسس کا اخلاص، اس کی نشأۃ ثانیہ میں اس کے مالی و علمی معاونین ...... حاجی محمد اسحاق حنیف، چوہدری عبدالقادر (آف ساہیوال)، میاں عبدالمعید مالواڈہ، مرزا عبدالحمید، خواجہ صلاح الدین، مولانا محمد سلیمان انصاری، نصر اللہ خاں ...... بائنڈر......علیم ناصری اور قاری نعیم الحق نعیم رحمہم اللہ اور موجودین میں مولانا حافظ صلاح الدین یوسف، مولانا فضل الرحمٰن، حافظ اسد محمود (گوجراں والا) حفظہم اللہ جیسے سینکڑوں دیگر محبین کی حسن نیت کی برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فضل خاص ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے دل میں الاعتصام کو لوجہ اللہ حسن قبول بخشا ہے یہی وجہ ہے کہ دور حاضر کی بلا خیز مہنگائی کے باوجود ہم نے قارئین الاعتصام کو جب بھی آواز دی تو انہوں نے لبیک کہتے ہوئے الاعتصام کے قدم سے قدم ملایا۔ قارئین گواہ ہیں کہ ہم بھی بلا وجہ یا بلا کسی اشد ضرورت کے کبھی اپنے دکھڑے الاعتصام میں نہیں لائے۔ تاہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر مرحومین کے لیے بلندی درجات کی التجا، موجودین کے لیے صحت و عافیت کی دعا اور قارئین کا تشکر امتنان ہم پر واجب ہے کہ ؎ ''تمہارا'' خلوص دلبری جان نہ ڈال دے اگر نالہ بھی میرا مضمحل نغمہ بھی میرا بے اثر (جگر)

الاعتصام کا حجیت حدیث نمبر بھی بفضلہٖ تعالیٰ طبع ہو کر منصۂ شہود پر آ چکا ہے اور تشنگانِ علم حدیث کی سیرابی کر رہا ہے، اس سلسلہ میں کراچی سے الاعتصام کے ایک محبّ اور منڈی بہاؤ الدین کے ایک علم دوست عزیز نے مالی تعاون فرما کر زاد آخرت بنایا۔ تقبل اللہ منہم

حجیت حدیث کے بارے میں ایک مزید علمی منصوبہ بھی زیر غور ہے۔ جب اس کی طرف کوئی عملی قدم اٹھایا پھر ان شاء اللہ قارئین کو بھی اس سے باخبر کریں گے۔ قارئین سے دعا کی درخواست ہے کہ وہ دعا فرمائیں۔

اہل علم میں اشاریئے کی اہمیت تو تسلیم ہے اب کچھ عرصہ سے اخبارات وجرائد نے بھی اشاریئے بنانے اور طبع کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ الاعتصام چوں کہ جماعت کی ساٹھ سالہ تاریخ کا شاہد، امین اور راز داں ہے اس لیے احباب نے اس کا اشاریہ تیار کرنے کی طرف توجہ دلائی تو الحمد للہ یہ کام بھی شروع ہے۔ قارئین بارگاہِ ربّ العالمین سے اس کے جلد مکمل ہونے کی توفیق ارزاں ہونے کی دعا فرمائیں۔

درسِ قرآن ''الاعتصام'' کا تقریباً ہمیشہ ایک مستقل عنوان رہا۔ گزشتہ جلد میں ہم نے مجمع البحرین یعنی ایک ہی ساتھ دو تفاسیر کو شائع کرنے کا تجربہ کیا جو قارئین کے لیے زیادہ مفید ثابت نہ ہوسکا پھر ہم نے جماعت کی مایہ ناز عالم وفاضل شخصیت، علم حدیث کے شناور، الاعتصام کی مجلس ادارت اور دارالدعوۃ السّلفیہ کی مجلس عاملہ کے رکنِ رکین مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ سے اجازت لے کر ان کی طبع شدہ سورہ ق کی تفسیر شائع کرنی شروع کر دی تھی جو اب قریب الاختتام ہے۔ درخواست قبول ہونے کی توقع کے ساتھ ہم مولانا حفظہ اللہ ہی سے درس قرآن جاری رکھنے کی درخواست کریں گے۔

اسی طرح درس حدیث بھی الاعتصام کا ہمیشہ سے معمول رہا۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ چوں کہ احیاء التراث (پہلے علماء کی دینی خدمات کو زندہ کرنے) کا جذبہ بے پایاں رکھتے تھے، اس لیے انہوں نے اپنی پسندیدہ شخصیت والا جاہ نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ کی ''توفیق الباری'' ترجمہ ومختصر شرح ''الادب المفرد للبخاری'' کو نئی ترتیب وتہذیب سے شائع کرنا شروع کیا تھا جو ان کے بعد گاہے گاہے الاعتصام میں مختلف اصحاب علم کی توجہ سے شائع ہوتی رہی۔ ہم نے اسی کو زندہ کرنے کے لیے الاعتصام کے ایک محبّ قدیم اور دارالدعوۃ السّلفیہ کی مجلس عاملہ کے رکن حافظ محمد اشرف سعید (کرولوی) حفظہ اللہ سے درخواست کی جنہوں نے اس کو قبول کرتے ہوئے تسلسل کے ساتھ اس ترجمہ وشرح کی تہذیب اور اس کو نئی املا میں نقل کر کے الاعتصام میں اشاعت کے لیے دینا شروع کر دی جس کا بفضلہٖ تعالیٰ اب تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ کے بیرونِ ملک اسفار، دیگر علمی مصروفیات اور طبیعت کی کمزوری کے باعث فتاویٰ جات کی اشاعت میں تسلسل ممکن نہ رہا تھا اس لیے ہم نے اپنے فاضل دوست شیخ الحدیث محترم مولانا مفتی عبید اللہ عفیف حفظہ اللہ سے درخواست کی کہ وہ قارئین الاعتصام کی تشنگی دور کرنے کے لیے یہ خدمت سرانجام دیں جس کو انہوں نے شرف قبولیت بخشا اور اب وہ اپنی تحریرات عالیہ کے ذریعہ الاعتصام کے قارئین کی تشنہ لبی دور فرماتے رہیں گے۔ جزاہم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء

نیز محترم مفتی عبید اللہ عفیف حفظہ اللہ نے ہماری درخواست پر ہر بدھ کے روز بعد نماز ظہر سے چار بجے تک دارالدعوۃ السّلفیہ میں تشریف لانا منظور فرما لیا ہے۔ فتویٰ پوچھنے والے حضرات اگر خود تشریف لا کر مفتی صاحب کو سوالات پیش کرنا چاہیں یا براہِ راست سوال کرنا چاہیں تو ہم ان کو خوش آمدید کہیں گے۔

۲۰۱۰ء میں بجلی کی بے محابا لوڈ شیڈنگ کے باعث دارالدعوۃ السّلفیہ کے لیے ہم نے الاعتصام میں جب U.P.S کی ضرورت کا اعلان کیا تو بتوفیقہ تعالیٰ الاعتصام کے ایک ہی قدیم محبّ ومحسن نے یہ سعادت حاصل کر لی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

ایسے ہی لائبریری کے لیے جب چند ناگزیر کتب حدیث کے لیے ضرورت کا اظہار کیا گیا تو کراچی کے ایک محبّ ومخلص نے ایک معقول رقم ارسال فرمائی جس سے زیادہ ضروری کتب خرید لی گئیں اگرچہ کچھ کتب ابھی باقی ہیں۔ لیکن حقیقت ہے کہ ہم ہی ''ناداں'' ہیں جو چند کلیوں پر قناعت کر جاتے ہیں وگرنہ گلشنِ جماعت میں بفضل اللہ تعالیٰ وعونہ تنگ دامانی نہیں۔

دارالدعوۃ السّلفیہ کی طبع کردہ تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ میں تنقیح الرواۃ کے مصنف سید احمد حسن دہلوی رحمہ اللہ کے ذکر فرمودہ مصادر ومراجع کی تخریج کا کام دارالدعوۃ السلفیۃ میں شروع کر دیا گیا ہے۔ خواہش اور کوشش ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حدیث پاک کی اس خدمت سے ہمیں با سعادت فرمائے کہ خدمت حدیث کی خدمت واشاعت ہی اس کے مؤسس رحمہ اللہ کے خواب تھے۔

''دارالدعوۃ السلفیۃ'' کی محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری میں گزشتہ سال ایک گراں قدر علمی اضافہ ہوا ہے۔

مولانا عاصم الحداد رحمہ اللہ عرب دنیا میں جماعت اسلامی کا تعارف کرانے والی پہلی شخصیت ہیں۔ پھر مولانا رحمہ اللہ جماعت اسلامی سے الگ ہو کر رابطہ عالم اسلامی (مکہ مکرمہ) تشریف لے گئے وہاں سے جب پاکستان واپس آئے تو انہوں نے کچھ علمی کام شروع کر دیئے، رابطہ عالم اسلامی میں جانے سے قبل انہوں نے قرآنِ مجید کے حواشی جو اشرف الحواشی کے نام سے معروف ہیں تحریر فرمائے اور فقہ السنہ کے نام سے ایک تصنیف فرمائی جس کی صرف جلد اوّل ہی مکمل ہو سکی۔ مولانا عاصم الحداد رحمہ اللہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ سے غایت درجہ تعلق بلکہ عقیدت رکھتے تھے۔ کچھ عرصہ قبل ان کے بیٹے برادر محترم سالم الحداد حفظہ اللہ محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری میں تشریف لائے اور کچھ عرصہ بعد ان کا فون آ گیا کہ والد صاحب ......مولانا عاصم الحداد رحمہ اللہ ...... کی کتابیں آپ اپنی لائبریری کے لیے لے جائیں۔ چناں چہ ہمارے رفقائے کار نے وہاں جا کر پہلے ان کی فہرست ترتیب دی پھر کتابیں ...... الماریوں سمیت ...... لائبریری میں لے آئے جس کی فہرست الاعتصام جلد نمبر ۶۲ کے شمارہ نمبر ۳۳ اور ۳۴ میں طبع کی جا چکی ہے۔ دارالدعوۃ السلفیۃ کے اراکین مولانا رحمہ اللہ کی اولاد واحفاد کا شکریہ ادا کرتے اور مولانا رحمہ اللہ کے لیے اس صدقہ جاریہ کے اجر وثواب کی خلوص دل سے دعا کرتے ہیں۔

درس قرآن

قسط نمبر 23

تفسیر سورۂ ق

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿ ادْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴾ [ق: ٣٤]

''اس جنت میں داخل ہوجاؤ سلامتی کے ساتھ یہ ہمیشگی کا دن ہے۔''

ان اوصاف سے متصفین کو کہا جائے گا کہ اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ، یہاں تمہیں نہ کوئی خوف ہے نہ ہی کوئی خطرہ، نہ رنج وغم ہے نہ ہی فقر وفاقہ، نہ آفات نہ ہی بلیات، نہ ماضی کا پچھتاوا نہ ہی مستقل کا اندیشہ، پورے اطمینان وسکون سے اس میں داخل ہوجاؤ۔ یہاں یہ بھی کوئی خطرہ نہیں کہ یہ بادشاہی شاید کبھی چھن جائے، نہیں نہیں یہ بادشاہت ہمیشہ کی اور دائمی ہے۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴾ [الحجر: ٤٦]

''اس میں سلامتی کے ساتھ بے خوف وخطر داخل ہوجاؤ۔ یہی گھر سلامتی کا گھر ہے۔''

انسان تو ناپائیدار زندگی کے فریب اور دھوکے میں پھنسا ہوا ہے جب کہ ﴿ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ﴾ [یونس: ٢٥]

''اللہ تمہیں دارالسلام یعنی جنت کی طرف دعوت دیتا ہے۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری اور دیگر کتب احادیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا جبرائیل علیہ السلام میرے سر کے قریب تھے اور میکائیل علیہ السلام میرے پاؤں کے قریب تھے، ان میں سے ایک نے کہا: کہ تمہارے اس صاحب کی عجیب شان ہے تم اسے بیان کرو، ایک نے کہا: وہ تو سوئے ہوئے ہیں دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ سوئی ہے اور دل بیدار ہے، اس نے بیان کیا کہ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے محل تعمیر کیا، اس میں ایک دستر خوان بچھایا اور دعوت دینے والے کو بھیجا، جس شخص نے اس کی دعوت کو قبول کرلیا وہ محل میں داخل ہوا اور اس نے دستر خوان سے کھانا تناول کرلیا، اور جس شخص نے دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول نہ کیا، نہ وہ محل میں داخل ہوا نہ ہی اس نے دستر خوان سے کھانا کھایا۔

ایک نے کہا: اس مثال کی وضاحت کریں تاکہ یہ صاحب اسے سمجھ پائیں۔ ایک نے کہا: یہ تو نیند میں ہیں، دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ سوئی ہے، مگر دل بیدار ہے۔ چناں چہ اس نے وضاحت کرتے ہوئے کہا: محل کا مالک، اللہ ہے۔ محل دارالسلام جنت ہے، بلانے والے یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے مابین فرق ہیں۔ [بخاری: ٧٢٨١]

یعنی مسلمان وکافر، جنتی ودوزخی، حلال وحرام، جائز وناجائز اور معروف ومنکر کا فرق کرنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ کی دعوت ہی اب جنت کی دعوت ہے، آپ کا بتلایا ہوا طریقہ ہی جنت کا راستہ ہے، آپ کے بعد تو اب کسی نبی کی اطاعت بھی انسان کے لیے جنت کی ضمانت نہیں۔ حضرت جنید رحمہ اللہ بغدادی فرماتے تھے:

اَلطُّرُقُ كُلُّهَا مَسْدُوْدَةٌ إِلَّا مَنِ اكْتَفٰى بِاَثَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ .

تمام راستے بند ہوچکے مگر ایک راستہ، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ پر اکتفا کیا۔ یہی راستہ سلامتی کا اور ''دارالسلام'' کا راستہ ہے اور اسی کے بارے میں کہا جائے گا کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ۔ اس کے علاوہ سلامتی اور اطمینان کہیں نہیں:

﴿ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ﴾ [العنکبوت: ٦٤]

''زندگی تو ہے ہی آخرت کی، جنت کی زندگی۔''

دنیا کا کوئی گھر سلامتی کا نہیں، جو خود سلامت رہنے والا نہیں وہ کسی کو کیا سلامتی بخشے گا، دنیا کا تو پہلا لفظ ''دال'' ہی دکھ ودرد کا پیغام

ہے۔ رسول اللہ ﷺ غزوۂ احزاب میں خندق کھودتے جاتے ہیں تو یہ رجز یہ شعر پڑھتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ لا عَیْشَ إِلَّا عَیْشَ الْآخِرَۃِ
فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَۃِ

''اے اللہ! عیش تو آخرت ہی کا عیش ہے، آپ انصار اور مہاجرین کو بخش دیں۔''

عیش وعشرت کی زندگی تو صرف جنت کی زندگی ہے، جو ہمیشہ کی ہے اور کبھی نہ ختم ہونے والی ہے، اسی لیے جنت میں داخلے کے وقت ہی یہ مژدۂ جاں فزا سنا دیا جائے گا۔ ﴿ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴾ کہ یہ ہے ہیشگی کا دن، اور ہمیشہ رہنے کی جگہ۔ نہ یہاں بیماری نہ کوئی کوفت، نہ نیند نہ ہی موت، بلکہ اب یہاں موت کو موت آجائے گی ہے۔ چناں چہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو موت کو جنت وجہنم کے مابین مینڈھے کی شکل میں لا کر ذبح کر دیا جائے گا اور اہل جنت سے کہا جائے گا کہ آج کے بعد کوئی موت نہیں، یہ سن کر اہل جنت کی خوشی دوبالا ہو جائے گی، اور جہنمیوں کا حزن وملال بڑھ جائے گا۔ [بخاری: ۶۵۴۴، ۶۵۴۸، ۶۵۴۸ وغیرہ]

امام رازی رحمہ اللہ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں حکم تھا کہ گھروں میں جاؤ تو السلام علیکم کہہ کر گھروں میں داخل ہو، جنت مومن کا گھر اور آخری منزل ہے، یہاں بھی اپنے اسی حسن عمل کا مظاہر کرتے ہوئے، السلام علیکم کہتے ہوئے داخل ہو جاؤ، تمہارا استقبال بھی اسی سے ہوگا اور ہر سو ''سلاماً سلاماً'' کی صدا ہوگی، وہاں کوئی غلط ولغو کلمہ کا تصور ہی نہیں۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ اگر یہ تاویل منقول ہے تو فبہا، تاہم یہ معقول ومناسب تاویل ہے اور دلیل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

﴿ لَهُمْ مَا يَشَاءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴾ [ق: ۳۵]

''ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے، اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔''

جنت کی یہ دائمی زندگی ایسی ہوگی جس میں جنتیوں کو وہ سب کچھ ملے گا جو وہ چاہیں گے، جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴾

''اور تمہارے لیے اس جنت میں ہر وہ چیز ہے جو تمہارا دل چاہے گا، اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو گے۔'' [حٰمٓ السجدۃ: ۳۱]

دنیا میں بندہ کو جو کچھ ملتا ہے وہ اللہ کی مشیت پر ملتا ہے اور ہر طلب پر مطلوب حاصل نہیں ہوتا ہے، رزق، صحت، شفا، مال ودولت، اولاد، فتح ونصرت، ملک وحکمرانی، عزت وتکریم غرض یہ کہ دنیا میں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ وہ چاہے دے، چاہے نہ دے، بندے کے چاہنے پر کچھ موقوف نہیں۔

﴿ وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

''تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک اللہ ربّ العالمین نہ چاہے۔'' [التکویر: ۲۹]

لیکن جنت میں جنتی کے چاہنے اور اس چیز کے واقع ہو جانے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت حائل نہیں ہوگی، جو چاہیں گے ملے گا جو مطالبہ ہوگا پورا کیا جائے گا۔

دنیا میں بندۂ مومن نے اپنی چاہتوں پر عمل نہیں کیا بلکہ ہر معاملے میں اللہ کی چاہت اور حکم کو مقدم جانا، اسی کا نتیجہ ہے اب جنت میں اس کی چاہتوں میں کچھ حائل نہ ہوگا۔ برعکس جہنمی کے کہ اس نے اپنی چاہتوں پر عمل کیا اور اپنے نفس کا بندہ بنا رہا، اس کی اس آوارگی کا قیامت کو یہ نتیجہ نکلا کہ اس کی ہر خواہش اس کی آہ وبکا، اس کی چیخ وپکار بے کار، بلکہ اس کا بول بھی ناگوار ﴿ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴾ [المومنون: ۱۰۸] ''دور ہو جاؤ میرے سامنے سے اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔''

مگر یہ اہل جنت کی شان ہے کہ ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ جو چاہیں گے حاضر پائیں گے، اور یوں نہیں کہ جتنا وہ چاہیں گے بس اتنا ہی دیں گے، بلکہ ان کی طلب جتنی بھی ہو بحر کرم کا دامن تو اس سے کہیں وسیع تر ہے۔ اس لیے جو مانگیں گے وہ بھی ملے گا اس کے علاوہ ﴿ وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴾ ہمارے پاس اور بھی بہت کچھ ہے جو ہم

انہیں دیں گے، ''مزید'' کے بارے میں انہیں علم ہی نہیں اس لیے اس کی طلب کیسے؟

﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ﴾

''کوئی بھی نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ہم نے کیا کچھ چھپا رکھا ہے۔'' [السجدة: ١٧]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

أَعْدَدْتُّ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ .

''میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کبھی کسی کان نے ان کے بارے میں سنا ہے، نہ ہی کبھی کسی انسان کے دل میں ان کا تصور آیا ہے۔'' [بخاری: ٣٢٤٤، مسلم: ٧١٣٢]

یہی روایت دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ جب دنیا میں جنت کی بہاروں کا تصور کسی کے حاشیہ خیال میں نہیں آیا تو اس کے انعام واکرام کا اندازہ کیوں کر ہوسکتا ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''مزید'' سے مراد اہل جنت کے لیے جمعہ کے روز اللہ تعالیٰ کی زیارت ہے۔ قرآنِ مجید میں ایک اور مقام پر ہے:

﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ﴾ [یونس: ٢٦]

''جنہوں نے اس دنیا میں بھلائی کی، ان کو بھلائی کے عوض جو ملے گا سو ملے گا میری طرف سے اس سے زیادہ بھی ملے گا۔''

اس ''زیادۃ'' سے مراد بھی دیدارِ الٰہی ہے۔ اور اہل سنت کا اتفاق ہے جنت میں اہل جنت دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوں گے، اس بارے میں متعدد احادیث، کتب احادیث وتفاسیر میں منقول ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے النہایۃ (ص: ٢٩٨۔ ٣٠٨، ج: ٢) علامہ المنذری رحمہ اللہ نے الترغیب والترہیب (ص: ٥٥١، ٥٥٧، ج: ٤) اور علامہ السیوطی رحمہ اللہ نے الدر المنثور (ص: ٢٩٠، ٢٩٥، ج: ٦) میں انہیں ذکر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنت، محل دیدارِ محبوب ہے۔ جس محبوب کی محبت میں اس کے بندے آہیں بھرتے ہیں، راتیں قیام، رکوع اور سجود میں گزرتی ہیں۔ مال حتی کہ جان کی قربانی میں وہ اپنی کامیابی سمجھتے ہیں، جنت میں سب کچھ مل جانے کے بعد اگر محبوب سے ملاقات نہیں تو جنت کیسی؟ کسی نے کیا خوب کہا:

مَا طَابَتِ الدُّنْيَا إِلَّا بِذِكْرِهٖ، وَمَا طَابَةُ الْآخِرَةُ إِلَّا بِعَفْوِهٖ وَمَا طَابَتِ الْجَنَّةُ إِلَّا بِرُؤْيَتِهٖ .

[جامع العلوم والحکم: ٣٨٩]

''دنیا کی کوئی لذت اور خوشی نہیں اگر اللہ کا ذکر نہیں، آخرت میں کوئی خوشی اور لذت نہیں اگر عفو اور معافی نہیں، اور جنت کی کوئی عیش ولذت نہیں اگر اللہ کا دیدار نہیں۔''

ان آیات میں عجیب مطابقت ہے پہلے اہل جنت کی تکریم میں قربِ جنت کا ذکر ہے۔ پھر اہل جنت کے حسن عمل کی تعریف ہے کہ یہ ان اوصاف سے متصف تھے۔ تبھی جنت کے مستحق قرار پائے۔ پھر مزید کراماً جنت میں ہمیشہ رہنے کی بشارت کے ساتھ سلامتی سے داخل ہونے کا ذکر اور آخرت میں حسب منشا عنایتوں کے علاوہ مزید نوازشوں سے نوازنے کی بشارت، جن کا تصور اہل جنت کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں ہوگا۔ اللہ اکبر، وسبحان اللہ۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے جنت والو! کیا تم راضی ہوگئے؟ وہ عرض کریں گے ہم کیوں راضی نہ ہوں جب کہ آپ نے ہمیں وہ نعمتیں عطا کی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم کو اس سے بھی افضل چیز عطا کروں گا، وہ عرض کریں گے اے ہمارے ربّ! ان نعمتوں سے افضل اور کون سی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے اپنی رضا تم پر حلال کردی، آج کے بعد میں تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ [بخاری: ٦٥٤٩، مسلم: ٢٨٢٩ وغیرہ]

یہ جنتیوں پر ایک بڑا انعام ہے۔ غور فرمایئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں تو دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تم پر راضی ہوں، بدریوں کے بارے میں فرمایا: جو چاہو کرو میں نے تمہیں معاف کردیا۔ [بخاری: ٣٩٨٣] سبحان اللہ!

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیو کرول شالامار باغ۔لاہور)

٨٢٢ . عن عمرو بن شريد، عن أبيه قال: أَرْدَفَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَقالَ: ((هَلْ مَعَكَ مِنْ شِعْرِ أُمَيَّةَ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ؟)) قلتُ: نَعَمْ، فأنشدتُهُ بيتاً، فَقالَ: ((هِيْهِ)) حتى أنشدتُهُ مائةَ بيتٍ .

[صحيح مسلم]

''حضرت عمرو بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا اور فرمایا کیا تجھے امیہ بن ابی صلت کے اشعار میں سے کچھ یاد ہے۔ میں نے کہا جی ہاں، پھر میں نے ایک شعر سنایا۔آپ ﷺ نے فرمایا اور سناؤ تا آنکہ میں نے سو شعر سنائے۔''

فائدہ: حدیث دلیل ہے جواز شعر خوانی وسمع اشعار پر اور جواز اکثار استماع وانشاد پر کیوں کہ سو شعر کا پڑھنا ایک بار میں کچھ کم نہیں ہے یہ اشعار مشتمل تھے۔ مضامین توحید وایمان وحکمت ونصیحت پر اس لیے حضرت نے ان کو جائز رکھا اور سنا یہ بھی ہوا کہ اگر قائل وشاعر مومن نہ ہو مگر کلام مومن ہو تو پڑھنا اور سننا اس کے شعر کا لا باس بہ ہے۔ ویدل لہ حدیثہ ﷺ الکلمہ الحکمۃ ضالۃ المومن حیث وجدھا احدھما او کما قال ﷺ ''کلمہ حکمت مومن کی گم شدہ میراث ہے جہاں ملے اس کو حاصل کر لیتا ہے۔''

باب: قول الرجل: إنّي كسلان

کسی کا یہ کہنا میں کچھ سست ہوں

٨٢٣ . عن عبدِ اللّٰه بن أبي موسٰى قال: قالتْ عائشةُ: لا تَدَعْ قيامَ اللّيلِ، فإنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ لاَ يَذَرُهُ، وكانَ إذَا مَرِضَ أو كَسِلَ صلَّى قَاعِدًا . [صحيح]

''عبداللہ بن موسٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قیام اللیل تہجد کو نہ چھوڑو کہ رسول اللہ ﷺ نماز تہجد کو نہیں چھوڑتے تھے۔ جب بیمار یا کچھ طبیعت سست ہوتی تو بیٹھ کر پڑھ لیا کرتے تھے۔''

باب: من تعوّذ من الكسل

کاہلی اور سستی سے پناہ مانگنا

٨٢٤ . عن أنسِ بنِ مالكٍ يقولُ: كانَ النَّبِيُّ ﷺ يُكثرُ أنْ يقولَ: ((اَللّٰهُمَّ إنّي أعوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَضَلَعَ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ))

[صحيح البخاری]

''انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں غم واندوہ سے، عاجزی سے، کاہلی سے، بزدلی سے، بخل سے، قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبہ سے۔''

باب: قول الرجل: نفسي لك الفداء

یہ کہنا میری جان تجھ پر فدا ہو

٨٢٥ . عن أنسِ بنِ مالك يقولُ: كانَ أَبُو طَلْحةَ يَجْثُو بَينَ يَدَيّ رسولِ اللّٰهِ ﷺ وَينثرُ كِنَانَتَهُ وَيقولُ: وَجْهِي لِوَجْهِكَ الوقَاءُ: وَنَفْسِي لنفسِكَ الْفِدَاءُ . [ضعيف الإسناد]

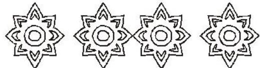
''انس بن مالک سے روایت ہے کہ ابوطلحہؓ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھ جاتے۔ اپنے ترکش کے تمام تیر آپ کے سامنے پھیلا دیئے اور کہتے میرا چہرہ اپنے چہرے کے لیے ڈھال ہے میری جان آپ پر قربان۔''

٨٢٦ . عـن أبـي ذرٍّ قال: انطلقَ النَّبيُّ ﷺ نحوَ البَـقِيـعِ وانْطَلَقْتُ أتْلُوهُ، فالتفتَ فرآني فقالَ: ((يـا أبَـا ذرٍّ)) فـقـلـتُ: لَبَّيْكَ يـا رَسُولَ اللّـهِ وسَـعْدَيْكَ وأنَا فِدَاؤُكَ، فقال: ((إنَّ المُكْثِرِينَ هُـمُ الـمُـقِـلُّـونَ يومَ القِيَامةِ إلَّا مَنْ قَالَ هٰكذَا وهٰـكـذَا في حقٍّ)) قُلْتُ: اللّٰهُ ورسولهُ أعلمُ، فـقال ((هٰكذَا)) ثلاثاً، ثم عَرَضَ لَنَا أُحُداً لآلِ مُـحَـمَّـدٍ ذَهَبـاً فَيُمْسِيْ عِنْدَهُمْ دِيْنارٌ ـ أو قالَ ـ مِثْـقَـالٌ)) ثمَّ عرضَ لنَا وادٍ فاسْتَنْتَلَ فظننتُ أنّ لـهُ حـاجةً، فجلستُ على شفيرٍ وأبطأَ عليَّ، قـال فـخشِيْـتُ عـليهِ، ثمَّ سمعتُهُ كأنّه يُنَاجِيْ رَجُلًا، ثـم خَرَجَ إليَّ وَحْدَهُ، فقلتُ: يا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنِ الرَّجُلُ الَّذِيْ كُنْتُ تُنَاجِيْ؟ فقالَ: ((أو سـمـعتَـهُ؟)) قـلـتُ: نَعَمْ، قالَ: ((فإنّهُ جبريلُ أتَـانِـيْ فبشَّرَنِيْ أنَّه مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِيْ لا يُشْرِكُ بـالـلّٰـهِ شيئاً دَخلَ الجنَّةَ)) قلتُ: وإنْ زَنَىٰ وإنْ سَرَقَ؟ قالَ: ((نَعَمْ)) . [صحيح البخاري]

''حضرت ابوذر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بقیع کی طرف روانہ ہوئے اور میں بھی آپ کے پیچھے چلا۔ آپ ﷺ نے مڑ کر دیکھا اور فرمایا اے ابوذر میں نے عرض کیا لبیک وسعدیک۔ میں حاضر ہوں اور تعمیل ارشاد کے لیے حاضر ہوں۔ آپ پر قربان جاؤں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک جو لوگ اس دنیا میں بہت زیادہ مال دار ہیں قیامت کے دن سب سے کم حصہ پانے والے ہوں گے۔ مگر جس نے راہِ حق میں اتنا اتنا خرچ کیا میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے تین مرتبہ ہاتھ کے اشارے سے فرمایا پھر ہمارے سامنے احد پہاڑ آ گیا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر میں نے کہا لبیک وسعدیک۔ میں حاضر ہوں تعمیل ارشاد کے لیے حاضر ہوں۔ آپ پر قربان جاؤں۔ آپ نے فرمایا اے ابوذر مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ آل محمد ﷺ کے لیے احد پہاڑ سونا بن جائے اور پھر شام تک ان کے پاس ایک دینار یا مثقال بچ رہے۔ ہمارے سامنے وادی آ گئی آپ ﷺ آگے بڑھ گئے میں نے خیال کیا آپ کو حاجت ہوگی۔ میں وادی کے کنارے ایک طرف بیٹھ گیا جب دیر ہوگئی آپ واپس نہ آئے مجھے خوف پیدا ہوا۔ پھر میں نے آپ کو کسی سے باتیں کرتے ہوئے سنا آپ میرے پاس آئے میں نے عرض کیا آپ کس شخص سے باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے سنا ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا وہ جبرائیل تھے جو میرے پاس آئے مجھے خوشخبری سنائی کہ جو شخص میری امت میں سے اس حال میں مرے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں جائے گا میں نے عرض کیا اگر اس نے زنا اور چوری بھی کی ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں وہ جنت میں جائے گا۔''

فائدہ: یہ روایت کہ وان زنـی وان سرق ہے کئی طریق سے ابوذر راوران کے غیر سے مروی ہے۔ حدیث دلیل ہے بشارت دخولِ جنت پر حق میں مومن غیر مشرک کے اگرچہ عاصی ہو۔ وللہ الحمد

زنا اور سرقہ کبائر ہیں اور کبائر توبہ صحیحہ سے معاف ہوجاتے ہیں اور اگر توفیق توبہ نہ ملی مگر توحید وایمان باقی تھا تو بھی بموجب اس حدیث کے آخر کوامید فوز جنان وبعد من المیز ان ہے۔ وللہ الحمد



علوم الحدیث

قسط نمبر ①

سنت ترکیہ اور بدعت

حافظ رضوان عبداللہ (ریسرچ فیلو ''دارالسلام'' لاہور)

دین کا مدار وحی پر ہے اور کتاب وسنت وحی پر مبنی ہے۔ کتاب وسنت کی صحیح تعلیم وتفہیم معلم انسانیت نے دی ہے۔ آپ نے فریضہ تبلیغ کماحقہ ادا کر دیا اور اس حال میں فوت ہوئے کہ دین کامل اور مکمل تھا۔ اب دین میں نہ کمی کی جاسکتی ہے نہ بیشی، نہ ترمیم کی جاسکتی ہے اور نہ اضافہ۔ یہ صرف اور صرف شارع کا کام تھا جو ختم ہو چکا۔

اس کے ساتھ اس حقیقت سے بھی آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں کہ دین کے منصوص احکام محدود ہیں جب کہ پیش آمدہ مسائل لامحدود۔ اب قیامت تک پیش آنے والے لامحدود مسائل کے حل کے لیے کیا طریقہ ہے۔ اس کے لیے شریعت نے اجتہاد کا دروازہ کھولا ہے۔ اب جن مسائل کے اصول دین میں موجود ہیں ان کا فیصلہ دین کے ان اصولوں کی روشنی میں ہوگا، یعنی ان کا منبع وماخذ محض رائے اور اجتہاد نہیں بلکہ دین ہے اور ایک اعتبار سے یہ بھی منصوص احکام ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن کا رسول اللہ ﷺ سے ترک ثابت ہے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ان امور کو سرانجام نہیں دیا۔ علمائے اصول اس کو ''سنت ترکیہ'' کی اصطلاح سے موسوم کرتے ہیں۔ ایسے مسائل کے حوالے سے عمل کرتے وقت بطور دلیل رسول اللہ ﷺ کے اسی ترک کو پیش کیا جاتا ہے، ان کو دین کا حصہ قرار دیا جاتا ہے اور ان پر مدح وذم اور جزا وسزا کا ترتب ہوتا ہے۔ اس روش پر چلنے والا ان کے ہاں قابل تحسین قرار پاتا ہے اور اس کا مخالف مطعون اور قابل عتاب بنتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ترک کسی فعل کے جواز کی دلیل ہے یا معاملہ اس کے برعکس ہے؟ سنت ترکیہ کن امور میں دلیل بن سکتی ہے اور کون سے امور اس سے خارج ہیں؟

آیئے! اس بحث کو ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ مسئلے کی صحیح نوعیت سامنے آسکے۔

سنت کی اقسام:

محدثین کے ہاں سنت کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ قولی:

اس کا اطلاق نبی ﷺ کے اقوال وارشادات پر ہوتا ہے۔

۲۔ فعلی:

اس کا اطلاق نبی ﷺ کے افعال پر ہوتا ہے۔

۳۔ تقریری:

اس سے مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے کوئی کام ہوا یا آپ کے عہد مبارک میں کوئی کام کیا گیا اور آپ کو اس کا علم بھی ہوا لیکن آپ نے اس کا انکار نہ کیا ہو۔

ترک بھی فعلی سنت ہے۔ جمہور علمائے اصول نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ ترک بھی فعل میں شامل ہے، یعنی جس طرح نبی کے افعال قابل اتباع ہیں اسی طرح متروکات بھی قابل اتباع ہیں۔

صاحب المراقی نے کہا:

فکلنا بالنهی مطلوب النبی، والترك فعل فی صحيح المذهب. [مذكرة فی اصول الفقه للشنقيطی: ۳۷]

''منہی عنہ احکام میں ہم سب نبی کے مطلوب ہیں اور صحیح مذہب کے مطابق ترک بھی فعل ہے۔''

عربی لغت میں بھی ترک، فعل پر بولا جاتا ہے، جیسا کہ مسجد نبوی کی تعمیر کے موقع پر ایک انصاری صحابی نے کہا تھا:

لئن قعدنا والنبی یعمل ، لذاك منا العمل المضلل .

''اگر ہم بیٹھ گئے اور نبی کام کرتے رہے تو ہمارا یہ عمل راہِ راست سے ہٹا ہوا ہوگا۔''

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہاں ''قعدنا'' کا معنی تعمیر کی مشغولیت کو ترک کر دینا ہے اور اسی ترک کو دوسرے مصرعے میں عمل سے تعبیر کیا گیا ہے۔''

قرآنِ حکیم میں اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے:

﴿ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴾ [المائدة: ۷۹]

''وہ ان برائیوں سے ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے جن کا وہ ارتکاب کیا کرتے تھے، برا ہے جو وہ عمل کرتے تھے۔''

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ ربّ العزت نے بنی اسرائیل کے نہی عن المنکر ترک کرنے کو عمل سے تعبیر کیا ہے۔'' [مذكرة في اصول الفقه للشنقيطي: ۳۷]

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

تركه ﷺ كفعله فی التأسی به .

''اقتداء کرنے میں نبی ﷺ کا ترک، آپ کے فعل کی طرح ہے۔'' [ارشاد الفحول: ۸۳]

ثابت ہوا کہ ترک بھی فعل میں شامل ہے اور جس طرح سنت فعلیہ کے احکام ہیں اسی طرح سنت ترکیہ کے احکام ہیں۔

ترک کی اقسام:

شریعت کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ ترک کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ منہی عنہ:

ایسا عمل جو اسلام کی نگاہ میں مکروہ یا ممنوع ہے، اسلام نے اس کے چھوڑنے کا مطالبہ کیا ہے تو اسلام کا یہ مطالبہ اس فعل کی مرجوحیت، بطلان اور عدمِ جواز پر دلالت کرتا ہے۔ [الموافقات: ۵۹]

اس کے ممنوع اور حرام ہونے پر کسی کا اختلاف نہیں، رسول اللہ کا ارشاد ہے:

ما نهيتكم عنه فاجتنبوه وما امرتكم به فأتوا منه ما استطعتم . [صحيح مسلم: ۶۱۱۳]

''جس چیز سے میں تم کو منع کروں اس سے رک جاؤ اور جس چیز کا حکم دوں، بقدرِ استطاعت اس حکم کی تعمیل کرو۔''

اس کے دلائل بے شمار ہیں۔ اس پر بحث ہمارا مقصود نہیں ہے۔

۲۔ مسکوت عنہ:

اس سے مراد وہ افعال ہیں کہ اسباب کے پائے جانے اور موانع کے نہ ہونے کے باوجود بھی نبی نے اس کو ترک کیا اور اس سے سکوت اختیار کیا ہے، اس کو اصطلاح میں ''سکوت عنہ'' یا ''سنت ترکیہ'' کہا جاتا ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الثانی: عدم نقلهم لما لو فعله لتوفرت هممهم ودواعيهم او اكثرهم او واحد منهم البتة ولا حدث به فی مجمع ابداً علم انه لم يكن ، وهذا كتركه التلفظ بالنية عند دخوله فی الصلاة . . . . [اعلام الموقعين: ۲/۳۸۹]

ترک کی دوسری قسم اس فعل کا نقل نہ کیا جانا ہے۔ اگر رسول اللہ اس فعل کو سرانجام دیتے تو صحابہ کی کوششیں، اسباب ودواعی کے بھرپور پائے جانے کی وجہ سے اسے ضرور نقل کیا جاتا۔ جب کسی محفل میں اس کے متعلق بات نہیں ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ فعل سرزد نہیں ہوا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا نماز میں داخل ہوتے وقت نیت کے الفاظ ترک کرنا۔ (جب اس فعل کو کسی نے نقل نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے الفاظ کے ساتھ نیت نہیں کی۔)

ترک کی اس قسم کے بارے علماء کا اختلاف ہے کہ یہ بھی فعل ہے یا نہیں؟ ہمارے نزدیک جب عبادات میں اس کو پہلی قسم کی طرح حجت

تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر یہ ترک بھی فعل ہے اور حجت ہے۔

آیئے! ''سنت ترکیہ'' یا ''سکوت عنہ'' کی تعریف جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

سنت ترکیہ کی تعریف:

مختلف علماء نے اس کی تعریف مختلف الفاظ میں کی ہے جن کا مدعا اور مفہوم تقریباً ایک ہی ہے، ذیل میں ہم ایک تعریف نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جس کو شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔

ان یسکت الرسول ﷺ عن الفعل غیر الجبلی مع قیام المقتضی وعدم المانع .

[مجموع الفتاویٰ: ۱۷۲/۲٦]

''سبب بھی موجود ہو اور مانع بھی کوئی نہ ہو اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ غیر جبلی فعل سے سکوت اختیار کریں تو اس فعل کو ''سنت ترکیہ'' کہا جائے گا۔''

شرائط:

مذکورہ بالا تعریف کو غور سے پڑھیں تو درج ذیل شرائط مترشح ہوتی ہیں:

۱۔سبب کا موجود ہونا:

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں فعل کا سبب موجود تھا لیکن باوجود اس کے آپ نے اس فعل کو سرانجام نہیں دیا۔ مثال کے طور پر نماز عید باجماعت مشروع ہے اور لوگوں کو باجماعت جمع کرنے کے لیے اعلان کی ضرورت ہے اور یہ اعلان اذان کی صورت میں دیگر نمازوں کے لیے موجود تھا۔ اب نمازِ عید میں اذان دینے کا سبب (لوگوں کو جمع کرنا) موجود ہے لیکن آپ نے اذان نہیں کہی تو یہ اذان نہ کہنا سنت ترکیہ ہے، جس کی تعمیل لازمی ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''سبب ہونے کے باوجود شارع نے کسی فعل سے سکوت اختیار فرمایا ہے اور نزولِ حوادث کے باوجود اس میں کوئی نیا حکم جاری نہیں کیا تو ایسے احکام میں شارع کا سکوت نص کی طرح ہے اور شارع کا مقصد ومنشا یہ ہے کہ اس میں نہ کمی کی جائے اور نہ زیادتی۔ جب کسی عملی حکم میں سبب موجود ہے لیکن اس سبب کے باوجود بھی شارع نے اس کو مشروع قرار نہیں دیا تو یہ صریح دلالت ہے کہ وہ فعل بدعت ہے اور شارع کی منشا کے خلاف ہے۔''[الموافقات: ۱۵٦/۳]

۲۔مانع کا نہ ہونا:

دوسری شرط یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس فعل پر عمل کرنے کی راہ میں کوئی مانع نہ ہو۔ اگر مانع موجود ہوگا تو پھر اس کا شمار ''سنت ترکیہ'' میں نہیں ہوگا، یعنی وہ بدعت شمار نہیں ہوگی۔

مثال کے طور پر رسول اللہ ﷺ نے نمازِ تراویح باجماعت ادا کرنا چھوڑ دی اس ڈر سے کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے۔ تو اس میں ''فرض ہونا'' ایک ایسا مانع موجود تھا جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد زائل ہو گیا اور نمازِ تراویح باجماعت ادا کی جانے لگی، لہٰذا نماز تراویح باجماعت ادا کرنا بدعت نہیں ہے۔

۳۔غیر جبلی افعال:

تیسری شرط یہ ہے کہ اس فعل کا تعلق جبلی اور عادی افعال سے نہ ہو بلکہ اس کا تعلق عبادات سے ہو۔ عادی افعال، مثلاً: سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا وغیرہ نبی ﷺ اور آپ کی امت کے لیے مباح ہیں۔ یہ سنت ترکیہ میں شامل نہیں ہیں۔

[حقیقة البدعة واحکامها: ٢٤]

سنت ترکیہ کے محمولات:

جن احکام پر سنت ترکیہ کا اطلاق ہوتا ہے ان کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔عبادات:

عبادات میں اصل توقیف ہے، صرف وہی عبادات جائز اور مشروع ہیں جن کو شارع نے جائز اور مشروع کہا ہے۔ اور جن عبادات کو شارع نے چھوڑا یا سکوت اختیار کیا ہے ان کو چھوڑنا ہی واجب ہے۔ [باقی صفحہ نمبر ۲۲ پر]

فکر ونظر

اسلام دین امن ہے

قاری محمد حسن سلفی (ٹبہ سلطان پور وہاڑی)

امن وامان بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر معاشرے میں امن وسکون ہو تو لوگ اطمینان بخش زندگی گزارتے ہیں اور اپنے اپنے فرائض منصبی کو بخیر وخوبی سرانجام دیتے ہیں۔ معاشرے کا ہر فرد اپنے مال، جان اور عزت کے متعلق بے فکر ہوتا ہے۔ کوئی ڈر یا خوف نہیں ہوتا کمائے جانے والے رزق میں برکت اور سکون ہوتا ہے، اور اس کے برعکس اگر ہر طرف خوف وہراس کے سائے منڈلا رہے ہوں۔ خون پسینے سے کمائی جانے والی دولت کا ایک لحہ میں چھن جانے کا ڈر ہو، عزت کہ جس کے لیے انسان اپنی جان تک کھپا دیتا ہے اس کے دن دیہاڑے تار تار ہو جانے کا خوف ہو تو پھر انسان کا جینا حرام ہو جاتا ہے۔

خوف وہراز کا نشانہ بنے لوگوں کی تمنا ہوتی ہے کہ کاش زمین پھٹے اور ہم اس میں دفن ہو جائیں، جب ماں باپ کے معصوم بچے بم دھماکوں کا نشانہ بنا دیئے جائیں، جب بوڑھے والدین کے سہارے چھن جائیں، جب سہاگنوں کے سہاگ اجڑ جائیں، دن دیہاڑے پستول کی نوک پر مال ہتھیا لیا جائے تو پھر جینا محال ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی ہاجرہ اور معصوم بیٹے اسماعیل کو مکہ معظّمہ میں آباد کرتے ہوئے دعا کی تھی:

﴿ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ○ ﴾ [ابراهيم: ٣٥]

''اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے ربّ اس شہر کو امن والا بنا دے مجھے اور میرے بیٹے کو بتوں کی عبادت سے بچا۔''

اللہ کریم نے دعا کی قبولیت کا اظہار فرمایا اور مکہ معظّمہ کو وہذا البلد الامین کا اعزاز بخشا۔ اسی لیے قریش مکہ کو دعوت فکر دی گئی:

﴿ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ○ الَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ○ ﴾ [قريش: ٣، ٤]

''وہ عبادت کریں اس گھر کے رب کی جس نے انہیں بھوک میں کھلایا اور خوف میں امن دیا۔''

آج بھی مکہ کی سرزمین امن وسکون کی سرزمین ہے اور ہر قسم کی فراوانی پائی جاتی ہے۔ یہ سب جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ جب صحابہ کرام ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ہر طرف خوف وہراس تھا کہ کسی بھی وقت دشمن حملہ کر سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی پہرے داری کیا کرتے۔ ان حالات میں اللہ کریم نے بشارت سنائی:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ﴾ [النور: ٥٥]

''وعدہ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایمان اور اعمالِ صالحہ کرنے والوں سے کہ وہ تمہیں زمین میں ضرور خلافت دے گا جیسے تم سے پہلے لوگوں کو دی اور تمہارے لیے تمہارے پسندیدہ دین پر عمل آسان کر دیا جائے گا اور تمہارے خوف کو امن میں بدل دیا جائے گا۔''

ایسی ہی ایک بشارت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا، عرض کی یا رسول اللہ راستے پر خطر ہو چکے

ہیں، ڈاکہ زنی عام ہے اور ہر طرف بھوک وافلاس کے سائے ہیں۔

آپ نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تمہاری عمر دراز کرے تم دیکھو گے حیرہ سے ایک عورت تن تنہا چلے گی اور مکہ میں آ کر حج کرے گی۔ اتنے لمبے سفر میں کوئی اس کی جانب بری آنکھ سے دیکھنے والا بھی نہ ہوگا۔

میرے دل میں خیال آیا کہ اس وقت بنو طے کے ڈاکو اور راہ زن کہاں چلے جائیں گے۔ جنہوں نے ہر طرف فساد مچا رکھا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے۔ [صحیح بخاری]

اللہ عزوجل اور نبی کریم ﷺ نے امن واطمینان کی بشارتیں سنائیں جس سے ہمیں احساس ہوتا ہے کہ یہ امن ہزار نعمت ہے۔ لیکن آج ہر طرف بدامنی، مہنگائی، بے سکونی کیوں......؟

کوئی حکمرانوں کو برا کہہ رہا ہے اور کوئی سیاست دانوں کو! بلاشبہ ملک کے ان ناگفتہ بہ حالات میں ہمارے اساطین وطن کی غلط پالیسیوں کا بڑا بلکہ بنیادی عمل دخل ہے۔ مگر کیا ہم نے اپنے آپ بھی غور کیا کہ ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیوں ہو رہا ہے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ ﴾

[النحل: ۱۱۲]

''اور بیان کی اللہ تعالیٰ نے مثال ایک بستی کی جو پورے امن میں تھی ہر طرف سے کھلا رزق آتا تھا۔ پس انہوں نے اللہ کی نعمتوں کا انکار کیا پس چکھایا اللہ نے بھوک کا عذاب اور ڈر کا اس وجہ سے کہ جو وہ کرتے تھے۔''

آج ہم زرعی ملک کے باشندے ہو کر گندم، چاول اور چینی کو ترس رہے ہیں اور ان کی قیمتیں آسمان کو چھو رہی ہیں۔ دو وقت کی روٹی غریب آدمی کی پہنچ سے دور ہوتی جا رہی ہے اور مہنگائی کے ساتھ ساتھ بدامنی وبے سکونی اس قدر ہے کہ کوئی جگہ محفوظ نہیں۔ ملک کے حفاظتی ادارے خود خوف کا شکار ہیں۔ بم دھماکوں کا سلسلہ رکنے کا نام نہیں لے رہا۔ ملک میں ہر طرف بے چینی اور بدامنی کے ڈیرے ہیں۔ یہ سب ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے ہے۔

بے حیائی، فحاشی، بدکاری، زنا، چوری، قتل، سود اور نہ جانے کیا کیا برائی ہم میں سرایت کر چکی ہے۔ ہماری مسجدیں بے آباد اور تھیٹر، سینما میں لوگوں کا اژدھام نظر آتا ہے۔ دشمن ہم پر پوری طرح مسلط ہو چکا ہے۔ تخریب کاری کی یہ ساری کارروائیاں کر کے ہمیں ہی باہم دست وگریبان کر دیا گیا ہے۔ یہ قتل، یہ دھماکے یہ خودکش حملے کسی مسلمان کا فعل نہیں ہو سکتا۔ کبھی داڑھی والوں کو بدنام کیا جاتا ہے اور کبھی اہل مساجد ومدارس کو۔ حالاں کہ آج تک وطن عزیز کا کوئی تعلیمی ادارے اور دینی مدرسے کا کسی قسم کا کوئی جرم ثابت نہیں ہو سکا اور نہ ہی ان شاء اللہ ہوگا۔ اس لیے کہ ان مدارس میں اس پیغمبر امن ﷺ کی تعلیمات دی جاتی ہیں جنہوں نے ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کی طرف اسلحہ کا اشارہ کرنے کو بھی منع فرمایا ہے۔

ہمارا دین، دین اسلام تو امن کا دین ہے۔ اسلام اور قرآن نے بار بار قتل ناحق کی مذمت ہی نہیں بلکہ سخت سزا سنائی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ ﴾

[النساء: ۹۳]

اس آیت کریمہ میں مومن کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے کے لیے چار قسم کے عذاب کی وعید ہے:

۱۔ ہمیشہ کے لیے جہنم۔ ۲۔ اللہ کا غصہ۔ ۳۔ اللہ کی لعنت۔ ۴۔ بہت بڑا عذاب۔ قرآن میں دوسری جگہ اس مسلمان کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا گیا ہے:

﴿ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ﴾ [المآئدة: ۳۲]

''جس نے بغیر قصاص کے زمین میں فساد کرنے کے لیے

کسی کو قتل کیا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا۔''

زمین میں لوگوں کو قتل کرکے خوف وہراس پھیلانے اور بدامنی پیدا کرنے والوں کی سزا ملاحظہ فرمائیں:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾

''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کو قتل کردیا جائے یا سولی پہ لٹکایا جائے اور ان کے الٹ کرکے ہاتھ یا پاؤں کاٹ دیے جائیں، یا ان کو جلا وطن کردیا جائے یہ ان کے لیے دنیا کی رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہوگا۔'' [المآئدة : ٣٣]

اس آیت کا پس منظر مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ کچھ لوگ مدینہ آئے۔ اسلام قبول کیا، انہیں مدینہ کی آب وہوا راس نہ آئی۔ آپ نے انہیں آبادی سے باہر بیت المال کے اونٹوں کے باڑے میں بھیج دیا۔ انہوں نے کچھ دنوں کے بعد اس چرواہے کو قتل کیا اور اونٹ بھگا کرلے گئے۔ بذریعہ وحی نبی کریم ﷺ کو اطلاع ملی آپ نے تعاقب کرواکر انہیں پکڑ لیا۔ پھر کھلے میدان میں ان کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی۔ اور مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انہیں قتل کیا گیا۔

ایسے ظالموں کی یہ سزا ہے قرآن اور صاحب قرآن کے نزدیک، اصل میں آج ہم نے قرآن کو چھوڑ دیا ہے۔ اپنا نظام مغربی جمہوری بنایا ہے۔ ظالم کا ہاتھ روکنے والا، ڈاکو کے ہاتھ کاٹنے والا کوئی نہیں، اگر خودکش بم دھماکوں کا ایک بھی مجرم تختہ دار پہ لٹکا دیا جاتا تو آج ملک کی یہ فضا نہ بنتی۔ مدارس ومساجد میں قرآن پڑھنے والے بارہا مطالبہ کرتے ہیں اور ترستے ہیں کہ ہمارا نظام قرآن اور اسلام کا نظام ہو، پھر نہ جانے دین کے پڑھنے پڑھانے والوں کو کیوں بدنام کیا جاتا ہے......؟؟؟

کسی مسلمان کو بلاوجہ قتل کرنا اتنا بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لـزوال الـدنيـا اهـون على الله من قتل مؤمن بغير حق . [ابن ماجه، ترمذی]

''اللہ کے نزدیک ساری دنیا کو ہلاک کردینا ایک مسلمان مومن کے قتل ناحق سے زیادہ آسان ہے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ دونوں سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لـون ان اهـل السمآء والارض اشتركوا فی دم مؤمن لاكبهم الله فی النار . [الترمذی]

''اگر ایک مسلمان مومن کو قتل کرنے میں سارے زمین وآسمان والے مل جائیں تو اللہ ان سب کو جہنم میں پھینک دے گا۔''

یہی وجہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اوّل مـا يـقـضٰـی بيـن الـنـاس يوم القيامة فی الدمآء . [بخاری ومسلم]

''قیامت والے دن سب سے پہلے لوگوں کے درمیان ناحق خون کا حساب ہوگا۔''

اس لیے اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر طور اپنا دامن کسی ناحق قتل میں گندہ نہ کرو۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

من لقی الله لا يشرك بهٖ شيئًا لم يتندّ بدم حرام دخل الجنة . [ابن ماجه]

''جو شخص اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس نے شرک نہ کیا ہو اور کسی کو قتل نہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے۔''

مقتول قیامت والے دن اپنا سر اللہ کے سامنے رکھے گا اور کہے گا:

ربّ! سَلْ هذا لم قتلنی . [ابن ماجه]

''اے میرے ربّ اس سے پوچھ اس نے مجھے کیوں قتل کیا۔''

پیغمبر رحمت نے حجۃ الوداع کے خطبے میں بھی یہی اعلان فرمایا تھا:
ان دماء کم واموالکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا .
''بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اسی طرح تم پہ حرام ہیں جیسے آج کا دن (یوم النحر) یہ شہر (مکہ) اور یہ مہینہ (ذوالحجہ) حرام ہے۔'' [صحیح مسلم]

افسوس کہ اس کے باوجود ان جرائم کی ذمہ داری مذہبی افراد اور مذہبی جماعتوں پر ڈال دی جاتی ہے۔ خدا کی قسم! پاکستان وطن عزیز کے خلاف یہ یہودی وہنود سازشیں ہیں۔ وہ خود سب کچھ کر کے بدنام پھر بھی ہمیں کر رہے ہیں تا کہ یہ آپس میں لڑتے رہیں۔

اللہ ربّ العالمین ہمارے ملک، دین اہل اسلام کے خلاف سازشوں سے محفوظ فرمائے اور ہمیں آپس میں اتحاد واتفاق سے مالا مال کرے۔

حافظ شکور الٰہی بن حاجی ظہور الٰہی کی وفات

ہمارے محترم چچا جان حافظ شکور الٰہی بن حاجی شیخ ظہور الٰہی رحمہ اللہ طویل علالت کے بعد ۲۲ دسمبر ۲۰۱۰ء کی شب وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ...... مرحوم ۱۹۴۹ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سیالکوٹ ہی میں حاصل کی۔ پھر روزگار کے سلسلے میں گوجراں والا میں قیام پذیر ہو گئے۔ اپنے والد گرامی کے ساتھ بڑا عرصہ کاروباری ہاتھ بٹاتے رہے۔ مساجد ومدارس اہل حدیث کی تعمیر وترقی میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ مسلک اہل حدیث کی تبلیغ بھی بڑے احسن انداز سے فرماتے تھے۔ متعدد دفعہ حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ خاندان کے ہر فرد کے لیے سراپا محبت تھے۔ دوستوں کے دوست، کسی کی تکلیف پر جلد رنجیدہ ہو جایا کرتے تھے۔ بھائی اور بہنوں میں علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید، پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ کے بعد ان کا نمبر پانچواں تھا۔ انہوں نے پسماندگان میں ایک بیوہ، دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ دعا ہے اللہ کریم مرحوم کی مغفرت فرمائے اور انہیں اعلیٰ علیین میں مقام عطا کرے، آمین۔

مرحوم کی نماز جنازہ ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ کی خواہش پر حضرت حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ نے پڑھائی۔ دوسری نماز جنازہ کی امامت کے فرائض حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب نے سرانجام دیے۔ ہزاروں سوگواران جنازے میں شریک ہوئے۔

[سجاد الٰہی بن ڈاکٹر فضل الٰہی۔ اسلام آباد]

فکر ونظر

قسط نمبر ①

حیات مسیح اور قادیانی نظریہ کی تردید

عطا محمد جنجوعہ

انگریز ہندوستان پر قابض ہوئے تو مجاہدین نے انگریزوں کے خلاف مزاحمتی جنگ جاری رکھی جس نے اُن کے دن کا چین اور رات کی نیند حرام کردی۔ چوں کہ مسلمان اس عقیدہ پر متفق تھے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا وہ دجال کو اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے۔ اہل کتاب اور مشرک اسلام قبول کرلیں گے اس لیے جہاد کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔

صہیونی تنظیم کو دور کی سوجھی کہ مسلمانوں میں سے کوئی لیڈر تلاش کیا جائے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرے پھر جہاد کی منسوخی کا اعلان کردے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا خاندان انگریزوں کا وظیفہ خوار تھا۔ اس نے حامی بھرلی۔ اُسے علاقہ سے باہر کوئی جانتا نہ تھا چناں چہ اس کو ملک بھر میں معروف کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔

مرزا قادیانی کا اسلام کی سچائی اور قرآن کی صداقت کے موضوع پر پادریوں سے بحث مباحثہ کا ڈھونگ رچایا گیا اور اسی موضوع پر پچاس جلدوں پر محیط ضخیم کتاب لکھنے کا اعلان کیا مخلص لوگوں نے مالی تعاون کیا۔ اُس نے براہین احمد جلد اوّل شائع کی تو چند مسلم سکالروں نے اس کو سراہا۔ اُس نے موقع کو غنیمت سمجھا اور یکے بعد دیگرے مجدد، مہدی اور مسیح موعود ہونے کا اعلان کردیا تو اُس نے فتویٰ جاری کردیا کہ انگریزوں کی اطاعت ضروری ہے اور ان کے خلاف لڑنا منع ہے۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ و قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

[درّثمین، ص:۵۳]

علمائے حق نے مرزا کے مسیح موعود کے دعویٰ کی علمی انداز میں مزاحمت شروع کردی تو مرزا نے عقیدہ حیات عیسیٰ کی نفی کردی اور وفات مسیح کی انہونی تاویلیں شروع کردیں۔

یہود ونصاریٰ نے شرمناک اور گستاخانہ داستان تراشی ہوئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رومی حکومت نے گرفتار کیا اُن کا ٹھٹھہ اُڑایا اُن کے منہ پر تھوکا اُن کو کانٹوں کا تاج پہنایا۔ پھر اُن کو صلیب پر چڑھایا۔ اپنے زعم میں اُن کو قتل کردیا۔ مرزا قادیانی نے اس کی تردید نہیں کی۔ البتہ اپنی جانب سے اضافہ کیا کہ جب شاگردوں کے مطالبہ پر نعش اُن کے حوالے کردی گئی اور وہ تجہیز وتکفین کے لیے آمادہ ہوئے۔ تو دیکھا کہ جسم میں جان باقی ہے تب انہوں نے خفیہ طور پر مرہم کے ذریعے اُن کے زخموں کا علاج کیا اور جب وہ چنگے ہوگئے تو وہ پوشیدہ رہ کر کشمیر کو چلے گئے اور گمنامی میں وہیں انتقال کرگئے۔

مرزا لکھتا ہے:

”پس کچھ شک نہیں کہ یہ قبر جو کشمیر میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے جو لوگ اُن کو آسمان پر بٹھاتے ہیں اُن کو واضح رہے کہ وہ کشمیر میں یعنی سری نگر محلّہ خانیار میں سوئے ہوئے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اصحاب کہف کو مدت تک چھپائے رکھا تھا ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چھپا رکھا اور اخیر میں ہم پر حقیقت کھول دی۔ خدا تعالیٰ کے کاموں میں ایسے ہزارہا نمونے ہیں اور خدا تعالیٰ کی عادت نہیں کہ کسی کو مع جسم آسمان پر بٹھادے۔“ [براہین احمدیہ پنجم، ص:۱۸۱]

مرزا قادیانی اپنے موقف کی وضاحت کے لیے ہجرت مدینہ کی مثال دیتا ہے۔ یہ درست ہے کہ خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر ہجرت کی کسی اور کو خبر نہ تھی لیکن جب مدینہ منورہ پہنچے تو آپ کا شاندار استقبال کیا گیا دین کو تقویت حاصل ہوئی، حق و باطل کے معرکے ہوئے اپنا آبائی شہر مکہ فتح ہوا اور اسلام کو غلبہ نصیب ہوا۔

لیکن مرزا قادیانی کی مفروضہ داستان کے مطابق حضرت عیسیٰ نے ہجرت کے بعد وفات تک گمنامی کی زندگی گزاری۔ ہائے افسوس وہ مسیح جن کی زندگی کا مشن شب و روز تبلیغ رہا ہو وہ یہودیوں کے ڈر سے رک جائیں یہ کیسے ممکن ہے؟

اصحابِ کہف کی مثال دینے والو ذرا سوچو تو سہی اُن کا ذکر قرآنِ حکیم میں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کشمیر کی طرف ہجرت سے متعلق قرآن و حدیث خاموش کیوں ہے؟ اگر خاموش ہے تو دو ہزار سال بعد مرزا کا کشمیر میں حضرت عیسیٰ کی قبر کی نشان دہی کرنا جھوٹ کا پلندہ کیوں نہیں؟

جب پیلاطس نے محسوس کیا کہ یسوع بے گناہ ہیں تو اُن نے پانی سے ہاتھ دھو کر اظہار کر دیا کہ میں بری الذمہ ہوں اس کے باوجود جس نے یہودیوں کے احتجاج کے خوف سے یسوع کو پھانسی کا حکم دیا وہ اُسے پھانسی دینے کے بعد دفنانے کے عمل سے کیوں کر غافل ہو گئے؟

جنرل ضیاء الحق کے دور میں عوامی لیڈر ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دی گئی تو حکومت نے فوجی انتظام کے تحت اُسے دفنایا پھر اُن کی قبر پر کئی دن تک پہرہ رہا۔ تاکہ مخالفین نازیبا حرکت کر کے احتجاج کو انقلابی تحریک کا رنگ نہ دے سکیں۔ جب تک کسی مجرم کو پھانسی کے بعد موت کی تصدیق نہ ہو جائے تو میت کو ورثاء کے حوالے نہیں کیا جاتا۔ وہ یہودی جنہوں نے عوامی دباؤ ڈال کر پھانسی کا حکم جاری کرایا وہ اور حکومت حضرت عیسیٰ کو نیم مردہ حالت میں حواریوں کے حوالے کر دیں یہ کیوں کر ممکن ہے؟

علماء نے مرزا کے دعویٰ کی مزاحمت کی تو اُس نے قرآنی آیات کو بنیاد بنا کر وفاتِ مسیح کی تلبیس شروع کر دی۔ علمائے حق نے نہایت علمی و تحقیقی انداز میں حیاتِ مسیح اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کر چکے ہیں۔ چوں کہ اس بحث سے عربی زبان پر عبور رکھنے والے افادہ حاصل کر سکتے ہیں اس لیے میں قادیانی امت کو دعوت دینے کے لیے اس کو عام فہم انداز میں پیش کرتا ہوں۔

اللہ سبحانہ نے واضح کر دیا جب یہود اور حکومت کے کارندے اپنی خفیہ تدبیروں میں سرگرم عمل تھے اُس وقت اللہ قدیر نے فیصلہ کر لیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق دشمنوں کی کوئی تدبیر کامیاب نہ ہونے دی جائے گی۔

﴿ وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴾

[آلِ عمران : ٥٤]

''اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے۔''

مَكْر سے مراد تدبیر ہے عرفِ عام میں ایسی تدبیر جو کسی دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لیے کی جائے۔ یہود کا مکر یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا کر مارنا۔ اللہ نے جہاں اپنے پیاروں کا امتحان لینا مقصود ہو وہاں اُن کی نصرت کا وعدہ نہیں کیا؟ مثلاً حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے حالات پڑھ لو کہیں اُن سے وعدہ نہیں ہوا لیکن جہاں رسولوں کے خلاف کفار کے مکر کا ذکر ہوا اور اللہ نے اُن کی نصرت اور بہترین تدبیر کرنے کا وعدہ کیا یقیناً اللہ نے اپنے پیاروں کو کفار کے شر سے محفوظ رکھا، جس طرح اللہ قدیر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے قتل کے منصوبوں سے محفوظ رکھا۔ یہی خیر الماکرین کا وعدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے ہو تو وہ صلیب پر لٹکائے جائیں کیسے ممکن ہے؟

﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴾ [آلِ عمران : ٥٥]

''جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے تابعداروں کو

کافروں کے اوپر غالب کرنے والا ہوں قیامت کے دن تک۔''

دشمنوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے مکان کا محاصرہ کرلیا تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے تسلی اور وعدہ کا ذکر فرمایا۔عیسیٰ میری یہ ذمہ داری ہے کہ میں تیری مقررہ مدت حیات پوری کردوں گا۔تم مطمئن رہو کہ دشمن تجھ کو نہ قتل کرسکیں گے نہ پھانسی پر لٹکا سکیں گے۔ اور صورت یہ ہوگی کہ اُس وقت میں تجھ کو اپنی جانب اٹھا لوں گا یہ اس طرح نہیں ہوگا کہ پہلے سب کچھ مصائب ہوگزریں پھر ہم تجھ کو آخر میں علاج معالجہ کرا کر اٹھائیں گے۔ اس طرح نہیں ہوگا بلکہ یوں ہوگا کہ دشمن کے ناپاک ہاتھوں سے ہر طرح محفوظ رہے گا۔

﴿ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾

اور کوئی دشمن تم کو ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔

قرآنِ حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا ﴾ [الزمر: ٤٢]

''اللہ لے لیتا ہے لوگوں کی روحوں کو ان کی موت کے وقت۔''

چوں کہ مرزا قادیانی کا موقف ہے کہ توفی کے معنی موت یا وفات ہے۔ اس لحاظ سے آیت کا ترجمہ ہوا: ''اللہ فوت کرتا ہے لوگوں کی روحیں اُن کی موت کے وقت۔''

غور طلب پہلو ہے کہ موت انسان کی روح کو آتی ہے یا جسم کو؟ یاد رکھو جسم پر موت طاری ہوتی ہے لیکن روح قبض ہوتی ہے۔قرآنِ حکیم میں موت وحیات کو ایک دوسرے کے متضاد ٹھہرا کر بیان کیا ہے کسی ایک مقام پر بھی توفی کو حیات کا مترادف نہیں ٹھہرایا گیا۔

توفی کے تین حقیقی معانی ہیں، اور تین مجازی۔ ہاں اُن میں سے ایک مجازی معنی موت طاری کرنا بھی ہے تو اس صورت میں آیت مذکورہ کے معنی ہوں گے۔''جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ! بے شک میں تجھے موت دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں۔''

یہ تو اللہ سبحانہ کا عام قانون ہے کہ جسم کو موت آتی ہے روح قبض ہوتی ہے۔ نیک روحیں آسمان کی طرف اٹھا لی جاتی ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ قبض ہونے والی روح زمینی دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا مسیح ابن مریم کو خصوصی خطاب کرکے تسلی دینے کا کیا مقصد؟

قادیانیوں کے بقول ذلت ورسوائی سے اُن کو تختہ دار پر لے جایا گیا۔صلیب پر لٹکا کر نیم مردہ کردیا گیا وطن سے ہجرت کرکے کشمیر میں گمنامی کی زندگی گزار دی۔ اللہ کی نصرت کا وعدہ کہاں گیا؟ دنیا میں ایک علاقہ کا چوہدری اپنے ملازم کو تسلی دے کہ میں تیرا محافظ ہوں۔ دشمن تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے لیکن اگر دشمن اس ملازم کو ذلیل ورسوا کرکے ماریں اور اسے مردہ سمجھ کر لاش ورثاء کے حوالے کردیں تو اُس چوہدری کے وقار کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔اگر مرزا کذاب کہے کہ یہودیوں نے پھانسی پر چڑھایا اور اسے مریل سمجھ کر چلے گئے تو ربّ کی نصرت وحفاظت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

﴿ وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا o بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا o ﴾ [النساء: ۱۵۷۔۱۵۸]

''اور یوں کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کردیا حالاں کہ نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ان کے لیے ان (عیسیٰ) کا شبیہ بنا دیا گیا تھا۔ یقین جانو کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے اختلاف کرنے والے ان کے بارے میں شک میں ہیں۔ انہیں اس کا کوئی یقین نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے۔ بات یہ ہے کہ انہوں نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا ہے۔''

شبیہ کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کی

سازش کا پتا چلا کہ انہوں نے اپنے حواریوں کو جن کی تعداد ۱۲ یا ۷ اتھی جمع کیا اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص میری جگہ قتل ہونے کے لیے تیار ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی شکل وصورت میرے جیسی بنا دی جائے۔ ایک نوجوان اس کے لیے تیار ہو گیا۔ چناں چہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہاں سے آسمان پر اٹھا لیا گیا بعد میں یہودی آئے اور انہوں نے اس نوجوان کو لے جا کر سولی پر چڑھا دیا جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا گیا تھا۔ یہودی یہی سمجھتے رہے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی ہے۔ درآں حالیکہ حضرت عیسیٰ اُس وقت موجود ہی نہ تھے وہ زندہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے جا چکے تھے۔

[احسن البیان]

یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ ہم نے مسیح کو صلیب پر چڑھا کر قتل کیا۔ اللہ نے وضاحت کر دی کہ تم نے مسیح کو قتل نہیں کیا اور نہ اُس کو صلیب پر چڑھایا۔ آخر اللہ نے اصل حقیقت کو ولکن شبۃ لھم سے کھول دیا کہ اور شخص مصلوب ہو کر مارا گیا بل رفعہ اللہ کہہ کر واضح کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔

جس طرح مائی مریم کے پاس آنے والا فرشتہ باوجود بشری صورت میں ہونے کے حقیقت میں فرشتہ کی صفات کا حامل تھا۔ اسی طرح جو شخص مسیح کا ہم شکل بنایا گیا وہ ذات اور حقیقت میں وہی تھا جو مشابہت سے پیشتر تھا۔ حضرت عیسیٰ مصلوب ہوئے یا نہیں اگر ہوئے ہیں تو کیسے؟ اس مسئلہ سے متعلق عیسائیوں میں اختلاف تھا۔ اللہ علیم نے آگاہ فرمایا:

یہودی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے مسیح کو قتل کیا۔ غور طلب پہلو ہے کہ ان کا دعویٰ کس نوعیت کا ہے کہ مسیح کی روح کو ہی صرف مصلوب کیا گیا یا جسم کو۔ نہیں ایسا نہیں اُن کا تو دعویٰ ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم بمعہ روح کو مصلوب کیا تو پھر قرآنِ حکیم کی وضاحت سن کر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بمعہ جسم اوپر اٹھائے گئے۔ قرآن نے قتل وصلیب کی نفی کر کے بل رفعہ اللہ کا اعلان کر دیا کہ آپ بمعہ جسم عنصری آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔

جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

''اے عیسیٰ بن مریم! میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے جب میں نے تم کو روح القدس میں تائید کی تم لوگوں سے کلام کرتے تھے گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی **تکلم الناس فی المھد و کھلا** اور جب کہ میں نے تم کو کتاب اور حکمت کی باتوں، تورات اور انجیل کی تعلیم دی اور جب کہ تم میرے حکم سے گارے سے ایک شکل بناتے تھے جسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے پھر تم اس کے اندر پھونک مار دیتے تھے جس سے وہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے اور تم اچھا کر دیتے تھے مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب کہ تم مردوں کو نکال کر کھڑا کر لیتے تھے میرے حکم سے اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آئے تھے۔ پھر ان میں جو کافر تھے انہوں نے کہا تھا کہ بجز کھلے جادو کے یہ اور کچھ نہیں۔'' [المائدۃ: ۱۱۰]

روزِ محشر اللہ سبحانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمائے گا کہ میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تم پر کی تھیں منجملہ اُن کے ایک یہ ہے:

جب تم بنی اسرائیل کے پاس معجزات لائے اور انہوں نے ان معجزات کو جادو کہا اور تم پر دست درازی کرنی چاہی تو ہم نے اُن کا ہاتھ تم سے دور رکھا۔ یہ آیت اس امر کی وضاحت کر رہی ہے کہ جب یہود حضرت عیسیٰ کو گرفتار کرنے کے لیے آئے تو اللہ نے اُن کو عیسیٰ سے دور رکھا یعنی قریب تک آنے نہ دیا۔ مرزا کے بقول اُن پر نیم مردہ ہونے کی کیفیت طاری ہو گئی ہو تو پھر ربّ ذوالجلال کو قیامت کے دن نعمت یاد دلانے کا کیا مقصد رہ جاتا ہے؟

اگر عیسیٰ علیہ السلام گرفتار ہوئے ہوتے یا صلیب کے بعد اُن میں زندگی کے آثار ہوتے تو یہ قطعاً نہ کہا جاتا کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے دور رکھا بلکہ کہا جاتا کہ میں نے تم کو بنی اسرائیل سے نجات دلائی۔

بڑی عمر میں باتیں کرنا انسانی فطرت ہے۔ رب نے نعمت کیوں

یاد دلائی؟ عرض ہے جس طرح پنگھوڑے میں باتیں کرنا رب کی نعمت تھی۔ اسی طرح آسمان سے دوبارہ نازل ہونے کے بعد بڑی عمر میں باتیں کرنا بھی رب کی خصوصی نعمت تھی جس کو یاد دلایا گیا۔

حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کو ارض مقدسہ اور خاتم النّبیین ﷺ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرائی تو اللہ روح اللہ کو کیوں آسمان پر اٹھا لے گیا؟ اللہ قادر مطلق نے امام الانبیاء ﷺ کو راتوں رات جسمانی معراج کرایا جو انسانی عقل وفہم کے منافی امر تھا۔ وہی قادر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسمانی طور پر آسمان پر کیوں نہیں لے جاسکتا؟

تمام انبیائے کرام منجملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش عام قانون کے تحت ہوئی۔ انہوں نے اللہ کے حکم سے زمین پر ہی ہجرت کی۔ وہ اللہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو عام قانون سے ہٹ کر کلمہ ''کن'' سے تخلیق کرسکتا ہے۔ وہی اللہ اُن کو اپنے حکم سے آسمان کی طرف یقیناً اٹھا سکتا ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے معراج کے واقعہ کی تصدیق کرکے واضح کردیا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان سن کر یقین کرنا اطاعت وفرماں برداری ہے عقل کے گھوڑے دوڑانا جہالت ہے۔

اسی طرح قرآن کا اعلان بل رفعه الله سن کر انکار کرنا گمراہی ضلالت ہے۔

﴿ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴾ [النساء: ۱۵۹]

''اہل کتاب میں ایک بھی ایسا نہ بچے گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے اُن پر ایمان نہ لاچکے اور قیامت کے دن آپ اُن پر گواہ ہوں گے۔''

صحیح بخاری باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام میں اس آیت کو دلیل نزول ثانی ذکر کیا گیا ہے۔

چناں چہ حدیث میں ہے:

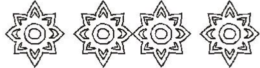
''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ وہ وقت قریب آتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم ضرور اتریں گے منصف ہوکر پس صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیروں کو قتل کرائیں گے اور جزیہ موقوف کردیں گے اور مال ودولت اس کثرت سے ہوجائے گی کہ اس کو کوئی قبول بھی نہ کرے گا حتی کہ ایک سجدہ دنیا کی سب چیزوں سے بہتر خیال کیا جائے گا۔ پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اگر تم چاہو تو (اس حدیث کی تصدیق کے لیے) یہ آیت پڑھ لو۔'' [صحیح بخاری]

''حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ قسم اللہ کی حضرت عیسیٰ اللہ کے پاس زندہ موجود ہیں۔ جب آپ زمین پر نازل ہوں گے اُس وقت اہل کتاب میں سے ایک بھی باقی نہ بچے گا جو آپ پر ایمان نہ لائے۔'' [تفسیر ابن کثیر]

مذکورہ آیت سے صاف ظاہر ہے کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے اُن پر ایمان لائیں گے۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو ما سوائے چند حواریوں کے دوسرے تمام اہل کتاب آپ پر ایمان نہ لاتے بلکہ انہوں نے سخت مخالفت کی۔

مرزا کے بقول حضرت مسیح نے کشمیر میں ہجرت کرکے گمنامی کی زندگی بسر کی پھر فوت ہوگئے۔ اس دور کی کوئی تاریخی شہادت نہیں ملتی کہ تمام اہل کتاب آپ پر ایمان لائے۔

مرزا قادیانی نے مسیح موعود کا دعویٰ کیا۔ مرزا کی بعض تحریروں سے پتا چلتا ہے کہ دور افتادہ علاقوں سے چند عیسائیوں نے تحقیق کی غرض سے خط لکھے۔ ممکن ہے کہ اُن میں کسی نے مرزائیت قبول کی ہو لیکن یہود ونصاریٰ نے مرزا کو مسیح موعود تسلیم نہیں کیا۔ وہ اپنے آبائی عقائد پر جمے رہے۔ یہ درست ہے کہ صہیونی تنظیم نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور جہادی جذبہ کو ختم کرنے کے لیے مرزا قادیانی کو آلہ کار بنا کر تحفظ دیا اور مراعات دیں۔ یہ غداری کا صلہ تو ہوسکتا ہے لیکن اسے مسیح موعود کا کارنامہ نہیں کہہ سکتے۔ [جاری ہے]



تحقیق وتنقید

دیدار الٰہی

تحریر: امان اللہ عاصم (جامعہ عمر بن الخطاب جھبراں، شیخوپورہ اعزازی خطیب بی بی کوٹ ننکانہ صاحب)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾

''اس روز کچھ چہرے ہشاش بشاش ہوں گے انہیں رب کا دیدار نصیب ہوگا۔'' [القیامۃ: ۲۲،۲۳]

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیکھنے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ اور مخلوق ہونے کے اعتبار سے اس کی بصری طاقت کی ایک حد متعین ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ کیا انسان اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور آج تک کسی نے اللہ تعالیٰ کو حالت بیداری یا حالت خواب میں دیکھا ہے یا نہیں؟

معزز قارئین! اللہ تعالیٰ کی ذات نور ہے۔ جسے دنیا کی زندگی میں کوئی انسان نہیں دیکھ سکتا۔ چاہے وہ انسان ولی ہو یا نبی۔ ہاں البتہ روزِ قیامت اور جنت میں اللہ پاک اپنے نیک بندوں کو اپنا دیدار کرائیں گے۔ جیسا کہ سابقہ سطور میں ذکر کردہ آیت مبارکہ سے واضح ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات مرئی ہے غیر مرئی نہیں۔ یعنی اللہ کی ذات دیکھی جاسکتی ہے لیکن دنیاوی زندگی میں آنکھ وہ طاقت نہیں رکھتی جو اس کو دیکھ سکے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ﴾

''آنکھیں اس (اللہ) کا ادراک نہیں کرسکتیں جبکہ وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔'' [الانعام: ۱۰۳/۶]

اللہ تعالیٰ کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: اے اللہ مجھے اپنا دیدار کرا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ﴾ [الاعراف: ۱۴۳/۷]

''تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ سلامت رہا تو تو مجھے دیکھ سکے گا۔ پھر رب تعالیٰ نے پہاڑ پر (اپنے نور کی) کرن برسائی اور پہاڑ کو ریزہ ریزہ کردیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش گر پڑے۔''

اس آیت مبارکہ سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نظر آنے والی (مرئی) ذات ہے، وہ نظر آسکتا ہے۔ تبھی تو موسیٰ علیہ السلام نے دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) فضول اور بے مقصد مطالبہ نہیں کرسکتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہ فرمایا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں نظر ہی نہیں آسکتا یا میں غیر مرئی (نظر نہ آنے والی) ذات ہوں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ کا جوابی فرمان اور موسیٰ علیہ السلام کا بے ہوش گر جانا اس بات کی دلیل ہے کہ دنیا کی زندگی میں کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتی۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ ان کے دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ، عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى﴾

''اور یقیناً اس نے اسے دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہی کے نزدیک دیکھا۔'' [النجم: ۱۳/۵۳،۱۴]

کہا جاتا ہے کہ یہاں دیکھنے سے مراد اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہاں جبریل مراد ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے صحابی سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آقا! آپ نے اپنے اللہ کو دیکھا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تو نور ہی نور ہے اسے میں کیسے دیکھ سکتا تھا۔

[صحیح مسلم: ۱۷۸]

سیدۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو تجھے یہ بیان کرے کہ نبی

اکرم ﷺ نے اللہ کو دیکھا ہے وہ جھوٹا ہے۔

[صحیح البخاری: ٤٨٥٥]

معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ حقیقت بات وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کردی ہے کہ دنیا کی زندگی میں کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتی۔ چاہے وہ آنکھ نبی کی کیوں نہ ہو۔ البتہ آخرت میں اللہ پاک اپنے نیک بندوں کو اپنا دیدار کرائیں گے۔ جیسا کہ سورۃ النجم کی آیت سے واضح ہے اور حدیث مبارکہ میں بھی اس کے کثیر دلائل ہیں۔ ایک حدیث بطور مثال پیش ہے:

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک روز ہم بیٹھے تھے (اور چودھویں رات تھی) نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: تم جس طرح اس چاند کو (آسانی سے) دیکھ رہے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے۔ [صحیح البخاری، حدیث: ٧٤٣٦۔ صحیح مسلم، حدیث: ٦٣٣]

البتہ خواب میں نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔ اور یہ خاصہ صرف نبی اکرم ﷺ کا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے رب کو خوبصورت ترین شکل میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا: اے محمد! میں نے کہا: لبیک یا رب! اللہ تعالیٰ نے پوچھا: ملاء اعلیٰ کس بات کا جھگڑا کر رہے ہیں..... مکمل روایت اور تفصیل کے لیے دیکھئے: سنن الترمذی: کتاب تفسیر القرآن، صورة ص، حدیث: ٣٢٣٤۔ سنن الدارمی: ٢/ ١٧٠، حدیث: ٢١٤٩۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ٢٠/ ١٤١، حدیث: ٢٩٠۔

اس کے علاوہ اگر کوئی انسان خواب میں دیکھے کہ اسے کسی نے کہا: میں تمھارا رب ہوں، اور تمھیں فلاں فلاں کام کرنے کا حکم دیتا یا فلاں عمل سے باز کرتا ہوں۔ یا صاحب خواب، خواب میں کسی کو اللہ تصور کرے تو ایسا خواب دیکھنے کے بعد چاہیے کہ استغفار کرے اور مسنون وظائف وغیرہ پڑھے اور شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہوئے دائیں کروٹ مسنون طریقے کے مطابق سو جائے۔ اور اپنا خواب لوگوں میں بیان نہ کرتا پھرے۔

هذاما عندی و الله اعلم بالصواب

سنت ترکیہ اور بدعت

اللہ ربّ العزت ان لوگوں کو زجر و توبیخ فرماتا ہے جنہوں نے شریعت سازی کو اپنے ہاتھوں میں لیا، چناں چہ فرمایا:

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ﴾ [الشوریٰ: ٢١]

''کیا ان کے ایسے شریک ہیں جنہوں نے دین میں ایسے طریقے وضع کر لیے جن کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔''

من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد .

[صحیح البخاری، حدیث: ٢٦٩٧]

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

الاصل فی العبادات أن لا یشرع فیها إلا ما شرعه الله . [مجموع الفتاویٰ: ٢٩/١٦]

''عبادات میں اصل یہ ہے کہ صرف وہی عبادات جائز ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مشروع فرمایا ہے۔''

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولا دین إلا ما شرعه ، فالأصل فی العبادات البطلان حتی یقوم دلیل علی الأمر .

''دین وہی ہے جس کو شارع نے جائز قرار دیا، جب تک عبادات کرنے کا حکم نہ آجائے اس وقت تک ان میں اصل بطلان ہے۔'' [اعلام الموقعین: ١/ ٣٤٤]

ثابت ہوا کہ عبادات وہی مشروع ہیں جن کو شارع نے جائز قرار دیا ہے۔ [جاری ہے]

نقطۂ نظر

یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ پر سب وشتم

عبدالرحیم اظہر ڈیروی

یہ مخفی نہیں ہے کہ ماہِ محرم حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے اور اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ اس ماہ کی آمد سے جہاں نئے سال کی آمد کا مژدہ ہوتا ہے وہاں کچھ غم ناک یادوں کو بھی تازہ کردیتا ہے۔ اِس وجہ سے یہ ماہِ محرم الحرام اہل اسلام کے لیے ایک درس کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں عظیم واقعہ وسانحہ پیش آیا جو شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ اور واقعہ کربلا کے نام سے معروف ہے۔

اس عنوان سے مختلف مکاتب فکر اہل تشیع، اہل سنت، دیوبندی، اہل سنت بریلوی اور اہل حدیث حضرات کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں جس میں مختصر طور پر شہادت حسین یا واقعۂ کربلا بیان کرکے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ پر بڑے زور وشور کے ساتھ سب وشتم کرتے ہیں۔ اہل علم کے علاوہ کم علم لوگ بحیثیت خطیب وواعظ نا معلوم مسائل وتاریخی واقعات پر اتنی طویل گفتگو کرتے ہیں کہ بن کچھ نہیں پاتا۔ اُن کے جلسوں میں لعنت بر یزید کے نعرے بلند کیے جاتے ہیں اور اُس کو دائرہ اسلام سے خارج بھی کردیا جاتا ہے۔ قرآنِ پاک میں خالق کل، مالک کل، رازقِ کل نے یہاں تک ارشاد فرمادیا ہے کہ

﴿ وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾

[الانعام: ۱۰۸]

اگرچہ یہ آیت مشرکین کے لیے ہے لیکن اس میں جمیع اہل اسلام کے لیے مقامِ فکر وتدبر ہے۔ تاریخ اسلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن سبا صنعانی یہودی نے اسلامی جامہ پہن کر اور دوسرے منافقوں سے تقویت پاکر بہت سے نومسلموں کو فریب دے کر وہ سب سے پہلا فتنہ امت مسلمہ میں برپا کیا، جس نے اسلام کے مٹائے ہوئے خاندانی امتیاز اور نسلی عصبیت کو تعلیمات اسلامیہ اور مقاصد ایمانیہ کے مقابلے میں پھر زندہ اور بیدار کرکے مسلمانوں کو مبتلائے مصائب اور خانہ جنگی میں مصروف کردیا۔ نیز موجودہ دور کے حالاتِ حاضرہ میں بھی ہمارے لیے مقام فکر وتدبر ہے کہ اس میں اہل اسلام کے خلاف اور دین اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی کتنی بے شمار کوشش کی جارہی ہیں اور کتنے نام ونہاد مسلمان غیروں کے اشاروں پر کام کررہے ہیں۔ اور کتنی حد تک تعلیم اسلام پر عمل پیرا نظر آرہے ہیں۔

یزید بن معاویہؒ کے بارے میں مؤرخین ومحققین اور علمائے اسلام کی تحقیقات وخیالات:

۱: مولانا محمد فاروقی نعمانی آف تونسہ شریف اپنی تالیف بصارۃ العین ص:۶، طبع اوّل جنوری ۱۹۷۴ء میں لکھتے ہیں کہ سبائی ذہنیت کے اُن واعظین کو کیا معلوم کہ خلافت یزید کو باطل قرار دینا اُن رفیع المرتبہ صحابیوں کے حق میں کتنی بڑی گالی ہے جنھوں نے نہ صرف یزید کی بیعت کی تھی بلکہ حضرت حسین کو تابحد امکان خروج سے روکا۔

۲: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت یزید ہی کے ساتھ تھی اور وہ یزید کی مخالفت کو جائز نہیں سمجھتی تھی۔ خود حضرت حسین اپنی فضیلت اور حق خلافت پر کربلا میں انہیں صحابہ کو بطور گواہ پیش کیا کرتے تھے۔

[مقدمہ ابن خلدون مترجم]

۳: محمود احمد عباسی اپنی تالیف میں لکھتے ہیں:

وَمَنَعَ مَنْ شَتَمَهٗ وَلَعَنَهٗ لِاَنَّهٗ مُسْلِمٌ وَلَمْ یَثْبُتْ بِاَنَّهٗ رَضِیَ لِقَتْلِ حُسَیْنٍ وَاَمَّا التَّرَحُّمُ عَلَیْهِ فَجَائِزٌ بَلْ

مُسْتَحَبٌّ بَلْ نَتَرْحمُ عَلَيْهِ فِى جُمْلَةِ الْمُسْلِمِيْنَ والمؤمِنين عُمُومًا فِى الصَّلٰوة .

[بحواله البداية والنهاية خلافت معاويه ويزيد]

یعنی ''امام غزالی ؒ یزید پر سب وشتم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ کیوں کہ وہ مسلمان تھے اور یہ ثابت نہیں کہ وہ قتل حسین سے راضی تھے یا ان پر (یزید) ؒ کہنا پس یہ جائز ہے بلکہ مستحب ہے اور ہم ان پر رحمت کی دعا اپنی نمازوں میں تمام مسلمین ومومنین کے شمول میں مانگا کرتے ہیں۔''

معلوم ہوتا ہے کہ یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ چناں چہ کتاب بعنوان شہید کربلا جو امام ابن کثیر کی کتاب البدایہ والنہایہ جلد ہشتم کے کچھ حصہ کا ترجمہ ہے، میں لکھا ہے کہ سنان بن ابی عمرو بن انس نخعی نے بڑھ کر نیزہ مارا اور آپ (امام حسین) زمین پر گر پڑے پھر اُس (ملعون) نے آپ کو ذبح کیا اور سر کاٹ کر تن سے جدا کر کے خولی بن یزید کے حوالے کیا بعض کہتے ہیں آپ کا قاتل شمر ہے۔

کتاب شہید کربلا مذکور میں یہ بھی لکھا ہے کہ یزید یہ سن کر (قتل حسینؓ) اشکبار ہوگیا اور کہنے لگا: قتل حسینؓ کے بغیر ہی تمہاری طاعت وفرمانبرداری سے خوش ہوسکتا تھا۔ ابن سمیہ پر خدا کی لعنت واللہ (اللہ کی قسم)! اگر میں وہاں موجود ہوتا تو عفو ودرگزر کرتا۔ اللہ تعالیٰ حسینؓ پر رحمت کرے۔ اُس نے قاصد اور سر پیش کرنے والے کو کوئی انعام نہیں دیا۔

۴: محقق العصر فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ ایک مسئلہ یزید پر سب وشتم کا ہے جسے بدقسمتی سے رواجِ عام حاصل ہوگیا ہے اور بڑے بڑے علامہ فہامہ بھی یزید کا نام برے الفاظ سے لیتے ہیں بلکہ اُس پر لعنت کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں سمجھتے اور اُس کو حب حسین اور حب اہل بیت کا لازمی تقاضا سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ یہ بھی اہل سنت کے مزاج اور مسلک سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

محققین علمائے اہل سنت نے یزید پر سب وشتم کرنے سے بھی روکا ہے۔ [ملاحظہ ہو کتابچہ بعنوان ماہ محرم اور مسلمان]

۵: علامہ محبّ الدین الخطیب لکھتے ہیں کہ یزید کی سیرت وکردار کے بارے میں محمد بن حنفیہ کی شہادت وگواہی کے بعد کسی تصدیق کی ضرورت نہیں جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا داعی عبداللہ بن مطیع لوگوں کو یزید کے خلاف بغاوت پر آمادہ کررہا تھا اور یزید کی جانب اُن باتوں کو منسوب کررہا تھا جو اُس میں نہ تھیں۔ مثلاً یہ کہ یزید شراب پیتا ہے، نماز نہیں پڑھتا اور احکام قرآنی سے تجاوز کرتا ہے۔ یہ سن کر محمد بن علیؓ بن ابی طالب المعروف بہ ابن الحنفیہ نے فرمایا:

تم یزید کے بارے میں جن باتوں کا ذکر کرتے ہو وہ میں نے اُس میں نہیں دیکھیں۔ حالاں کہ میں نے اُس کے یہاں قیام کیا تھا۔ دوران قیام میں نے دیکھا کہ یزید پابندی سے ہمیشہ نماز ادا کرتا، نیک اعمال میں پوری دلچسپی لیتا اور فقہی مسائل کا جواب دیتا اُس کے ساتھ وہ سنت نبوی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ الخ (مزید ملاحظہ ہو رسالہ بعنوان خلافت یزید ومعاویہ، از خطیب مذکور جس کا ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری ؒ نے کیا تھا۔)

۶: مفتی محمد یوسف لدھیانوی مدیر ماہنامہ بینات کراچی لکھتے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک یزید پر لعنت جائز نہیں۔ یہ رافضیوں کا شعار ہے جو امام یزید پر لعنت کرنے سے منع کرتا ہے وہ اہل سنت کے عقیدے پر ہے۔ [ماہنامہ بینات کراچی، شمارہ ماہ اگست ۱۹۸۱ء]

۷: فضیلۃ الشیخ عثمان بن محمد آل خمیس التمیمی اپنی تصنیف آئینہ ایام تاریخ میں لکھتے ہیں کہ سیّدنا حسین کی شہادت میں یزید بن معاویہ کا کوئی ہاتھ نہ تھا اور ہماری یہ بات یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع کے قبیل سے نہیں بلکہ حق کے دفاع کے لیے ہے۔ یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو اِس لیے بھیجا کہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں داخل ہونے سے روک دے۔ اُس نے (یزید) عبیداللہ کو آپ کے قتل کا حکم نہیں دیا بلکہ امام حسین بذاتِ خود یزید کے متعلق حسن ظن رکھتے تھے۔ اس لیے

آپ نے فرمایا کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو تا کہ میں اُس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں۔ [کتاب آئینہ ایامِ تاریخ]

۸: امام الانبیاء خاتم الانبیاء امام الہدیٰ محمد الرسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی سیّدنا عبداللہ بن عباس جن کو امت محمدیہ میں ترجمان القرآن کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ وہ یزید کے زبردست حامی تھے اور انہوں نے اُس کی بیعت کی اور سیّدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے مداح تھے۔ [کتاب رشید ابن رشید]

۹: واقدی حضرت ابوجعفر باقر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلا وہ شخص جس نے بیت اللہ پر دیباج کا پردہ چڑھایا وہ یزید بن معاویہؒ ہے۔ [تاریخ الخلفاء]

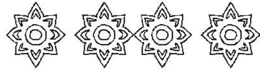
۱۰: حضرت معاویہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ اپنے بعد کس کو خلیفہ بنانا چاہو گے؟ اس پر اپنی رائے کا اظہار اس طرح فرمایا کہ چوں کہ اس وقت لڑکے ہی لڑکے موجود رہ گئے ہیں اور اُن سب لڑکوں میں میرا بیٹا خلافت کا زیادہ مستحق ہے۔ لہٰذا اِسی کو ولی عہد بناتا ہوں۔

[تاریخ الخلفاء للسیوطی]

کہا جاتا ہے کہ امیر معاویہ کے بعد یزید کو ان کی جگہ خلیفہ بنایا گیا یہ بڑا ظلم ہوا، کیا ظلم ہوا؟ اگر امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو خلافت دے کر کسی غلطی کا ارتکاب کیا تھا تو میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ حضرت علی کے بعد پھر اُن کے بیٹے حسن کو کیسے خلیفہ بنایا گیا؟ (یہ الفاظ علامۃ العصر احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کے ہیں جو انہوں نے اپنے خطاب بعنوان ''واقعہ کربلا'' میں فرمائے تھے۔)

المرام اینکہ یزید بن معاویہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے اور سکوت اختیار کرنا بہتر ہوگا۔ یزید کے خلاف روایات سب شیعوں، رافضیوں کی گھڑی ہوئی معلوم ہوتی ہیں، اس لیے لعنت بر یزید کے الفاظ سے پرہیز کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل صالح کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، آمین ثم آمین۔



مہنگائی کا طوفان ...... کس کس کی کشتی ڈبوئے گا؟

نئے سال عیسوی کا آغاز ہوتے ہی حکومت نے جس عالم مدہوشی میں پٹرولیم مصونعات کے نرخوں میں اضافہ کر دیا ہے اس اضافے پر اہلیانِ پاکستان سراپا احتجاج ہیں۔

پٹرولیم مصنوعات کے نرخوں میں اضافے کے ساتھ ہی اشیائے خوردنی آٹے، چاول، چینی اور گھی کی قیمتوں نے بھی استحکام پکڑنا شروع کر دیا ہے۔ بجلی اور گیس کی لوڈ شیڈنگ کا عذاب تو تھا ہی کہ اس کے نرخ بھی آسمان سے باتیں کرنے لگے ہیں۔ غریب بے چارا کدھر جائے گا۔ اس ہوش ربا مہنگائی نے تو بڑے بڑوں کے کس بل نکال دیے ہیں۔ بڑے بڑے ٹرانسپورٹر گاڑیاں بند کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ پھر اس کے علاوہ جی ایس ٹی کی باتیں ہو رہی ہیں۔

اس ملک میں غریب تو رو ہی رہا ہے، جبکہ وزرائے کرام ومشیران کرام کرپشن کے کیسوں سے برطرف ہو رہے ہیں۔ بڑے بڑے سرمایہ داروں نے پہاڑوں کے قدر برابر کرپشن کی ہے اور ان کے کیس کورٹس میں چل رہے ہیں۔ غربت مٹانے کے دعوے داروں نے اگر اسی طرح مہنگائی کے طومار مارنے جاری رکھے تو ان شاء اللہ غریبوں کی آہیں اور ان کے بجھتے ہوئے چولہے اور بھوک وپیاس سے بلکتے بچوں کی بددعائیں حکومتی کشتی کو ڈبو بھی سکتے ہیں۔

خدارا مخلوقِ خدا کے حال پر رحم فرمائیں، یقیناً اللہ کریم عرشِ بریں پر ضرور خوش ہوگا۔ [محمد سلیم چنیوٹی]

یادِ رفتگاں

علامہ الشیخ سیف الرحمٰن الائی رحمہ اللہ

تحریر: ڈاکٹر سعد اللہ المحمدی......ترجمہ: مولانا محمد عبدالقیوم السلفی

علامہ، مفسر، محدث، لغوی، اصولی، مؤرخ سیف الرحمٰن بن قاضی میر فضل احمد خلجی ساکن درب، الائی ہزارہ چودھویں صدی میں گزرے ہیں۔ کسی علمی، ادبی شخصیت کے حالاتِ زندگی پر اس زمانے کے احوال سے قطع نظر کر کے قلم اٹھانا اور کچھ لکھنا ممکن نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اس وقت کے حالات وظروف کا، اس کی شخصیت کے بنانے، اس کی توجہ کو محدود کرنے اور اس کے ادبی ذوق پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ اس لیے میں چاہوں گا کہ وہ جس زمانے اور سوسائٹی میں رہے اس کا اختصار سے تذکرہ کروں۔

اس زمانے میں پہلی بات تو یہ تھی کہ برصغیر کے علماء کی زیادہ توجہ یونانی فلسفہ پر مبنی علوم پر تھی۔ جو درسِ نظامی کا اہم مضمون تھا۔ جس کی وجہ سے وہ علوم حدیث کے ساتھ کماحقہ مشغول نہ رہ سکے۔

اس کے لیے صرف ایک ہی سال خاص تھا جب کہ بقیہ علوم وفنون پر کئی سال صرف کیے جاتے تھے۔ نتیجتاً فلسفہ کی احبار ورہبان اور ان کے افکار وآراء کی طرف علماء وطلباء کا رجحان تعصب کی حد تک بڑھ چکا تھا اور قرآن وسنت کے علماء کو ردّ وقدح کا نشانہ بناتے تھے جس کی واحد وجہ یہی تھی۔ یکسر یونانی جزئیات وکلیات کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنا لیا تھا اور ان کے مقلد بن کر رہ گئے تھے۔

دوسری بات یہ تھی کہ معاشرے میں بدعات وخرافات پھیل چکی تھیں، صوفیوں کے طریقوں کا دور دورہ تھا۔ پیری مریدی کا کاروبار چھایا ہوا تھا۔ خانقاہیں اور چلہ کشی کی غاریں اور خلوت گاہیں آباد تھیں۔ درمیانے طبقے کے لوگوں میں جمود وتقلید اپنی انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔

معاشرے کے ان حالات نے شیخ کی عملی جدوجہد پر اثر کیا۔ انہوں نے معاشرے کے انحطاط کی تشخیص کر کے شرک وبدعات اور رسوم جاہلیت کے قلع قمع کے لیے کمر ہمت باندھی، جس سے علاقے کی فضا مسموم ہو گئی تھی۔ اور تمسک بالکتاب والسنۃ، اسلامی علوم وفنون کی ترویج واشاعت اور بدع ورسومات کی تردید کا کام شروع کیا۔ جس کے گھٹا ٹوپ اندھیروں نے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ علاقے کے حالات اور معاشرے کے واقعات کو مدنظر رکھ کر ہی اسلوبِ دعوت اختیار کیا جاتا ہے جس کے عواقب پر ایجابی وسلبی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ شیخ نے تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنا لائحہ عمل مرتب کیا اور دعوت وخطابت، قضاء وافتاء، تصنیف وتالیف سمیت تمام دعوتی جہات میں اپنے جوہر دکھائے۔ عربی وافغانی اور فارسی میں نظم ونثر میں دین بیان کیا۔ اس زمانے میں فضیلت ونباہت کی اساس عربی ثقافت تھی اور جو عربی وفارسی میں مہارت نہ رکھتا عالم نہیں کہلاتا تھا اور اسی مہارت کا بہجت ونضارت اور عربی وفارسی ادبی دنیا میں بڑا اثر تھا۔

نام ونسب: آپ کا نام ونسب سیف الرحمٰن بن قاضی فضل احد بن قاضی مہنت اللہ (حاکم الائی) بن قاضی عبدالحلیم خان بن قاضی میر عبدالماجد بن میر علی جلال الدین خان الخلجوی بن میر سیف الدین بن میر علاؤ الدین (حاکم سوات) ہے۔

آپ خاندانِ مجد وسیادت کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کے اکثر اجداد علاقے کے حکام ورئیس تھے۔ آپ پٹھانوں کی تاریخ میں کریم النسب، عزیز الاصل اور صاحب شرافت ومرتبہ تھے۔ آپ کے خانوادے نے اکثر منصب علم وحکومت اور قضاء کو زینت بخشی۔ اپنی زندگیاں اسلام کی نشر وتبلیغ میں گزاریں اور ان میں بڑے علماء وشعراء اور امام ومقتدیٰ گزرے ہیں۔ اسی وجہ سے افغان مؤرخین ان کا تذکرہ اصحاب سیف وقلم اور فخر افغان کے نام سے کرتے ہیں۔

پیدائش وپرورش: آپ دندنی (سنڈاکی) نامی بستی میں ۱۳۲۲ھ (بمطابق ۱۹۰۵ء) کو پیدا ہوئے جو صوبہ سرحد میں اباسین (دریائے

سندھ) کے ساحلی علاقے کا ایک گاؤں ہے۔ آپ کو علم کا بچپن سے بڑا شوق تھا، ابتداء سے اچھی عادات واطوار کے مالک تھے۔ پانچ سال کی عمر میں والد کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئے۔ والد کی وفات کے بعد آپ کے چچا قاضی گل احد نے آغوشِ تربیت میں جگہ دی اور ابتدائی تعلیم آپ نے انہی سے حاصل کی۔ چچا نے آپ کی تعلیم وتربیت کی طرف اپنی خاندانی روایات کے مطابق بڑی توجہ دی۔

حالاتِ زندگی اور وفات: آپ بڑے حیا ناک، خوب صورت رنگ وجسم کے مالک تھے۔ میدانِ دعوت میں جرأت وشجاعت کے پیکر اور ردّ منکرات کے لیے قاطع تلوار کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ تیز اور صاف ذہن کے مالک تھے، آپ کا بیان پرمغز، دلکش ودلنشین اور آپ کی تحریر انتہائی سلجھی ہوئی تھی۔ آپ عربی وپشتو کے قادر الکلام شاعر تھے۔

آپ نے علمی وادبی نشر واشاعت حق میں مصروف بھرپور زندگی گزار کر جمعہ ۱۸ رجب ۱۳۸۸ھ (بمطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۸م) کو گاؤں درب (الائی) میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

آپ نے ایک دینی مدرسہ بنام دارالحدیث کی بنیاد بھی رکھی۔ جہاں سے بہت سے سلفی علماء فارغ ہوئے۔

آپ کی تعلیم وتدریس: اپنے ابتدائی اسباق اور مختلف فنون اپنے چچا قاضی گل احد سے پڑھے۔ اور مزید تعلیمی پیاس بجھانے کے لیے مختلف علاقوں کا سفر کیا۔

سب سے اہم تعلیمی سفر ۱۹۲۹ء میں آپ نے دہلی کی طرف کیا جو اس زمانے میں علماء وادباء کا مسکن تھا۔ وہاں آپ دیگر مشہور مشائخ کے علاوہ علامہ محمد سورتی اور مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی سے فیض یاب ہوئے اور متداول علوم وفنون اور حدیث وتفسیر اور عربی زبان میں مہارت حاصل کی۔ اور ۱۳۵۷ھ میں مروّجہ دینی علوم کی تحصیل سے فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد جامعہ اہل الحدیث الاثریہ آگرہ میں ۱۳ سال بطور صدر المدرسین تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر ۱۹۴۳ء میں اپنے آبائی وطن لوٹ آئے۔

سند: آپ نے شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگردوں علامہ محمد سورتی اور مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی سے سند حاصل کی۔

ادبی حیثیت: آپ کی ادبی تالیفات جو مکتبہ اسلامیہ کی زینت بنی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے آپ کی عربی زبان میں مہارت کا پتا چلتا ہے۔ آپ عربی، فارسی اور اردو کے قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ مشاعروں کا اہتمام کرتے جس کے لیے اس زمانے کے شعراء کو دعوت دیتے اور اپنی اولاد کو اس میں شرکت واستفادہ کی ترغیب دیتے۔

تصنیف وتالیف: آپ کتب کے مطالعہ کا ذوق رکھتے تھے اور تصنیف وتالیف کے میدان کے شہسوار بھی تھے۔ آپ کی تالیفات درج ذیل ہیں:

۱۔ الدر السيفيه في الاصول الحديثية .
۲۔ سيف الوریٰ بوجوب صلاة الجمعه في القریٰ .
۳۔ سيف البيان في نزول القرآن .
٤۔ العقيدة السيفية في السيرة النبوية .
٥۔ سيف الباري شرح صحيح البخاري .
٦۔ قصيده سيف الجهاد .
۷۔ سيف الفلاح في العقيدة .
۸۔ ديوان علامه سيف الرحمن (پشتو) .
۹۔ قصيده في فتح النبوة . ۱۰۔ القوانين السيفية في القوانين المنطبقة (مخطوط) .
۱۱۔ سيف الفلاح في التحرير على تلخيص المفتاح (مخطوط) . ۱۲۔ سيف الخطيب (مخطوط) .
۱۳۔ السيفية في علمي العروض والقافية (مخطوط)
١٤۔ فتاویٰ السيفية (پشتو) مخطوط .

اولاد: آپ نے پانچ بیٹے اپنے پیچھے چھوڑے۔

۱۔ الشیخ الادیب الخطیب فیض الرحمٰن ۲۔ الشیخ عبدالبر۔ ۳۔ الشیخ فیض البر۔ ۴۔ الشیخ عطاء الرحمٰن (مرحوم)۔ ۵۔ عبدالباسط۔

اللہ کریم شیخ کی مغفرت فرمائے، ان کی مساعی جمیلہ قبول فرمائے اور ان کی اولاد کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مشاہیر نامہ

مولانا غلام رسول مہر کے چند مکتوبات

بنام مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ

مولانا غلام رسول مہر مرحوم مشہور صحافی، ممتاز محقق، نامور مؤرخ، یگانہ مترجم اور صاحب طرز ادیب تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے بے حد مداح ...... ان کے متعلق انھوں نے بہت کچھ لکھا۔ مطالعہ بڑا وسیع تھا اور نظر بہت گہری تھی۔ جو کچھ لکھتے نہایت تحقیق سے لکھتے اور موضوع میں ڈوب کر لکھتے۔ ۱۴/اپریل ۱۸۹۵ء کو مشرقی پنجاب کے شہر جالندھر سے چار میل دور ایک چھوٹے سے گاؤں پھول پور میں پیدا ہوئے اور ۱۶ نومبر ۱۹۷۱ء کو حرکت قلب بند ہوجانے سے لاہور میں انتقال کیا۔ اعوان برادری سے تعلق تھا۔ مجھے وہ اکثر یاد فرماتے اور خطوط لکھتے۔ میں عقیدت مندانہ جذبات کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ میرے ''الاعتصام'' کے زمانۂ ادارت میں مجھے متعدد خطوط ارسال کیے۔ ''الاعتصام'' میں ان کے بے شمار مضامین چھپے۔ پچھلے دنوں پرانے کاغذات دیکھ رہا تھا کہ بعض مشاہیر کے مکتوبات ملے۔ ان میں بارہ خطوط مولانا غلام رسول مہر صاحب کے دست یاب ہوئے۔ افسوس ہے مہر صاحب مرحوم کے کیے اہم خطوط ضائع ہوگئے، جو بچ گئے وہ نذرِ قارئین ہیں۔ یہ پرانی یادوں کی ایک جھلک ہے...... (محمد اسحاق بھٹی)

☆............(۱)............☆

باسمہ سبحانہ

مسلم ٹاؤن۔ لاہور

۲۵۔ جون ۱۹۵۴ء

مکرمی! کل ایک عریضہ خدمت والا میں بھیج چکا ہوں۔ آج ''الاعتصام'' کے پرانے پرچے ملے لیکن چار کے بجائے تین۔ ۱۴ مئی کا پرچہ (یعنی نمبر ۲) ان میں نہ تھا۔ ممکن ہے اتفاقیہ رہ گیا ہو یا دفتر میں اس کا کوئی فالتو نسخہ موجود نہ ہو۔ اگر میرا آخری اندازہ درست ہے تو مہربانی فرما کر یہ پرچہ دو ایک روز کے لیے مستعار مرحمت فرمایے۔ میں یہ دیکھ کر واپس کردوں گا۔ نیز ''چراغ راہ'' اور ''فاران'' کے پرچے محض بہ غرض مطالعہ عنایت فرمائیں۔

عجیب بات ہے کہ انجمن ترقی اردو کے اربابِ اقتدار اس بنا پر مولانا آزاد کے مخالف ہوئے کہ وہ شبلی پارٹی سے وابستہ تھے اور حضراتِ فضلائے ندوہ نے اس بنا پر ان کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا کہ مولانا سیّد سلیمان مرحوم کی یگانگی ہر موہوم خطرے سے بھی محفوظ ہوجائے۔ گویا جو لوگ کبھی ہم رائے نہ تھے، وہ مولانا کی مخالفت میں ہم رائے ہوگئے۔ سچ ہے معاصرت کا فتنہ بڑا ہی سخت ہے۔ خدا ہر فرد کو اس سے بچائے۔ مولانا کے نہاں خانۂ قلب کا حال خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں، لیکن حلف اٹھا کر کہہ سکتا ہوں کہ خلوت کی گفتگوؤں میں بھی انھوں نے کسی صاحب علم یا رکن سیاست کے متعلق کبھی ایسا کلمہ نہیں کہا جس میں تحقیر کا شائبہ پایا جائے۔ سخت مخالفوں بلکہ شاتموں کا ذکر بھی ہمیشہ بڑے ہی اچھے انداز میں کیا۔ ان کے سامنے اکثر اپنے خیالات وافکارِ مخالفانہ پر ندامت ہوتی رہی۔ اگر آپ کی عنایت سے میں یہ مضامین دیکھ سکوں

تو شکر گزار رہوں گا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

نیاز مند

مہؔر

''فاران'' (کراچی) کے مدیر ماہر القادری مرحوم کو بلاوجہ مولانا ابوالکلام آزؔاد سے عداوت تھی۔ وہ ان کے خلاف عام طور پر ''فاران'' میں اظہار خیال کرتے رہتے تھے۔ ''الاعتصام'' اس کا جواب دیتا تھا۔ ''چراغ راہ'' (کراچی) میں بھی ایک یا دو مرتبہ مولانا کی مخالفت کی گئی۔ مولانا مہؔر صاحب نے مجھ سے وہ دونوں رسالے منگوائے تھے۔ یہ خط اسی سلسلے میں ہے۔ اس وقت مولانا ابوالکلام آزاد زندہ تھے۔ اس سے ساڑھے تین سال بعد انھوں نے ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء کو وفات پائی۔

☆............(۲)............☆

باسمہٖ سبحانہ

۲۷۔ ستمبر ۱۹۵۷ء

مکرمی! شاید مولانا محمد اسحاق حنیف صاحب نے سمجھا ہو کہ میں ۱۵ ستمبر کی چائے میں دانستہ شامل نہ ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کا دعوت نامہ مجھے ۱۶ کو ملا۔ یہ اظہارِ واقعہ بھی ہے اور معذرت بھی۔ مہربانی ہوگی یہ ان تک پہنچا دیں۔

مجھے رنگون سے ''استقلال'' کے پرچے ملے جو یقیناً آپ کی سعی کا نتیجہ ہیں، لیکن جس پرچے کا میں منتظر تھا یعنی ۱۸۵۷ء والا نمبر، وہ مجھے نہیں ملا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ کے پاس جو خاص نمبر آئے ہوں خصوصاً استقلال کا نمبر، وہ آپ دو چار روز کے لیے مجھے مستعار بغرض مطالعہ دے سکیں؟

امید ہے آپ بہ خیر ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

مولانا عطاء اللہ صاحب کی خدمت میں سلام پہنچا دیجیے۔

نیاز مند

مہؔر

حاجی محمد اسحاق حنیف مرحوم نے ۱۵ ستمبر ۱۹۵۷ء کو بعض اہم شخصیتوں کو چائے پر بلایا تھا۔ مولانا غلام رسول مہؔر کو بھی دعوت دی تھی، لیکن دعوت نامہ بروقت نہ پہنچنے کی وجہ سے وہ تشریف نہ لا سکے تھے۔ حاجی صاحب ۷۔ ستمبر ۱۹۶۹ء کو قتل کر دیے گئے تھے۔ قاتل کا پتا نہیں چل سکا۔

☆............(۳)............☆

باسمہٖ سبحانہ

مسلم ٹاؤن۔ لاہور

۲۱/ اکتوبر ۱۹۵۷ء

مکرمی! آپ کا رسالہ میں نے دیکھ لیا۔ اب فرمائیں، اس کی واپسی کی کیا صورت ہو۔ میں ہفتے کے روز اپنے ساتھ لا سکتا ہوں، بشرطے کہ

آپ پبلشرز یونائیٹڈ تک چندمنٹ کے لیے تکلیف فرماسکیں۔(۱) نیز''ماہ نو'' کا خاص نمبر دیکھنے کی آرزو باقی ہے۔غالباً آپ کوفرصت نہ مل سکی۔

مولانا عطاء اللہ صاحب کی خدمت میں سلام مسنون پہنچا یے۔والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نیاز مند

مہر

مہر صاحب کا معمول تھا کہ وہ ہفتے کے روز پبلشرز یونائیٹڈ (انارکلی) آیا کرتے تھے۔

☆............(۴)............☆

باسمہ سبحانہ

۲۷۔اکتوبر ۱۹۵۷ء

مکرمی! تکلیف فرمائی کا شکریہ۔''ماہ نو'' واپس بھیجتا ہوں۔آپ نے''مدینہ'' بھیج دیا اور''الجمعیت'' نہیں بھیجا۔والسلام علیکم

نیاز مند

مہر

سہ روزہ اخبار''مدینہ'' بجنور (یوپی) سے اور وزنامہ''الجمعیت'' دہلی سے شائع ہوتا تھا۔یہ دونوں اخبار میرے دورِادارت میں''الاعتصام'' کے تبادلے میں آتے تھے۔مولانا غلام رسول مہر ان دونوں اخباروں کے''۱۸۵۷ء نمبر'' دیکھنا چاہتے تھے۔

☆............(۵)............☆

باسمہ سبحانہ

مسلم ٹاؤن۔لاہور

۴۔نومبر ۱۹۵۷ء

بھائی، کتابیں میں نے دیکھ لیں۔ان میں کوئی چیز کام کی نہیں۔ان شاء اللہ لیتا آؤں گا۔پرچے میں نے ابھی تک بالاستیعاب نہیں دیکھے۔اگر تکلیف نہ ہوتو آرزو ہے کہ آپ کا کوئی آدمی آئے، یہ کتابیں لے جائے اور مولانا محمد قاسم کے سوانح چند روز کے لیے دے جائے۔اگر زحمت ہوتو مضائقہ نہیں۔میں ہفتے کو انتظار کروں گا۔

امید ہے، آپ بہ خیر ہوں گے۔والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

مولانا داؤد غزنوی، مولانا اسماعیل اور مولانا عطاء اللہ کو سلام مسنون پہنچا یے۔والسلام

آپ کا

مہر

یہ دو کتابیں تھیں جو مجھے علی گڑھ سے آئی تھیں۔مولانا مہر صاحب کو کسی صاحب سے ان کا پتا چلا تو مطالعہ کے لیے منگوائیں۔''مولانا محمد قاسم کے سوانح'' سے مراد''سوانح قاسمی'' ہے جو تین جلدوں میں مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے لکھی ہے۔

☆............(۶)............☆

باسمہ سبحانہ

۱۶۔ مارچ ۱۹۶۰ء

برادرِ مکرم! گرامی نامہ اور رسالہ دونوں مجھے مل گئے اور میں نے مضمون دیکھ بھی لیا۔ دل بڑا مضطرب ہے، لیکن تین باتیں موجب تشویش ہیں۔اوّل، زیادہ نہیں تو کم از کم چند چیزیں خود ہمارے ساتھیوں کی پیدا کردہ ہیں۔دوم، جو کچھ لکھنا چاہیے آیا وہ ایسی بحثیں تو پیدا نہ کردے گا کہ آپ اس کی اشاعت میں متامل ہوجائیں یا فریق مخالف بن جائیں؟ سوم، میرے ذہن میں جو کچھ ہے، اسے اگر تفصیل سے لکھوں گا تو خود آپ کے ماحول کو بھی شاید گوارا نہ ہو۔ ایک شے ہے لکھنا، ایک شے ہے آپ کے لیے لکھنا۔ دونوں میں فرق ہے۔محض لکھنے پر کوئی پابندی نہیں ہوسکتی۔لیکن آپ کے لیے جو کچھ لکھا جائے، اس میں خاص حدود کو ملحوظ رکھنا لازم ہوگا۔ مجھے سوچنے دیجیے۔آپ کے التفاتِ گرامی کے لیے شکر گزار ہوں۔''تبرکات آزاد'' ابھی تک جلد بندی کے مرحلے سے نہیں نکلی۔ نکلے تو آپ کو اور مولانا عطاء اللہ کو بھیجوں۔مولانا کی خدمت میں میرا سلام پہنچائیں۔ والسلام

آپ کا

مہؔر

میں نے کسی موضوع پر''الاعتصام'' کے لیے ان سے ایک مفصل مضمون کی درخواست کی تھی۔اس خط میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

☆............(۷)............☆

باسمہ سبحانہ

۲۸۔ اپریل ۱۹۶۰ء

بھائی۔ میں شرمندہ ہوں۔بعض وقتی کام اس طرح مجھ پر آپڑے جس طرح اتفاقیہ حوادث نازل ہوجاتے ہیں۔اس اثنا میں ''معارف'' بھی اچھل پڑا اور معاملہ زیادہ وسیع ہوگیا۔اب مجھے اطمینان سے فرصت نکال کر لکھنے دیجیے۔خفا ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ضرورت واہمیت معاملہ پیش نظر ہے اور جو کچھ لازم ہے، ہوہی جانا چاہیے۔آپ کا بھیجا ہوا مکتوب میرے پاس محفوظ ہے، کاش یہ مجھے پہلے مل جاتا تو ''تبرکاتِ آزاد'' میں شامل کردیتا۔مولانا عطاء اللہ صاحب کو میرا سلام پہنچایے۔ والسلام علیکم

آپ کا

مہؔر

میں نے مئی ۱۹۵۳ء میں مولانا ابوالکلام آزادؔ کی خدمت میں ایک خط لکھا تھا، جس میں عرض کیا تھا کہ ''تفسیر ترجمان القرآن'' کی تیسری جلد کب شائع ہورہی ہے۔انہوں نے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ یہ جلد عنقریب شائع ہوجائے گی۔ یہ خط میرے پاس محفوظ تھا۔مولانا کی وفات کے بعد مولانا غلام رسول مہرؔ نے مولانا کے مکتوبات کا مجموعہ ''نقش آزاد'' کے نام شائع کیا تھا۔اس کے بعد ''تبرکاتِ آزاد'' کے نام سے مجموعہ مرتب کیا جو ان مکتوبات پر مشتمل تھا جو مولانا آزاد نے مولانا محی الدین احمد قصوری کو تحریر فرمائے تھے۔اس مجموعے میں دیگر حضرات کے نام بھی مولانا آزاد کے مکتوبات درج ہیں۔ جو خط مولانا آزاد نے مجھے لکھا تھا، وہ میں نے مولانا مہر صاحب کو بھجوا دیا تھا تا کہ اس مجموعے میں چھپ جائے اور محفوظ ہوجائے، لیکن یہ خط انہیں اس وقت ملا جب ''تبرکاتِ آزاد'' طباعت کے لیے پریس جاچکی تھی۔ یہ خط مہرؔ صاحب کے پاس ہی

رہا۔ بعد میں مجھے نہیں ملا اور ضائع ہو گیا۔ اپنے اس مکتوبِ گرامی میں مولانا مہر نے اسی خط کا ذکر فرمایا ہے۔

☆............(۸)............☆

باسمہ سبحانہ

۱۲۔ جون ۱۹۶۰ء

برادرِ مکرم......دو روایتوں کے متعلق میں کئی روز سے مضطرب ہوں۔

۱۔ لی مع الله وقت لا يسعنى فيه نبى مرسل ولا ملك مقرب.

۲۔ لا تسبوا الدهر فان الله هو الدهر یا الفاظ میں کچھ ادل بدل ہے۔

مہربانی فرما کر مولانا عطاء اللہ کی خدمت میں سلام عرض کیجیے اور پوچھئے ان کے باب میں کیا ارشاد ہے؟ یہ کیسی ہیں؟ کس کتاب میں ملیں گی؟ مثلاً مشکوٰۃ کے کس کس باب میں؟ ان کا مفہوم کیا ہے؟ خصوصاً پہلی روایت کا۔

جواب مجھے جلد از جلد مرحمت فرمائیں۔ مجھے ضرورت ہے اور عجلت میں یہ سطریں لکھ رہا ہوں۔

والسلام

آپ کا

مہر

مولانا غلام رسول مہر صاحب کا یہ مکتوب گرامی میں نے حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ معلوم نہیں انہوں نے اس کا کیا جواب دیا۔ یہ بھی ذہن میں نہیں کہ اس کا جواب لکھ کر انہوں نے مجھے دے دیا ہو اور میں نے مولانا مہر صاحب کو پہنچا دیا ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ مولانا عطاء اللہ صاحب خط کا جواب ضرور دیتے تھے۔

☆............(۹)............☆

باسمہ سبحانہ

مسلم ٹاؤن، لاہور

۵۔ اگست ۱۹۶۱ء

۴۔ اگست کے افتتاحیے کا شعر پڑھ کر تعجب ہوا۔ ظاہر ہے کہ پہلے مصرعے کا وزن اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک ''جو'' اوّل مصرع میں نہ آئے۔ میں پندرہ دن سے بیمار اور پابند بستر ہوں۔ انفلوئنزا ہو گیا تھا۔ اب بخار نہیں کمزوری خاصی ہے۔ یہ سطریں لکھوا رہا ہوں۔ امید ہے آپ بخیر ہوں گے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا

مہر

''الاعتصام'' میں ایک شعر کا پہلا مصرع یوں لکھا گیا تھا: ''بادہ کش تھے جو پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں۔'' مہر صاحب نے فوراً خط لکھا کہ ''جو'' پہلے ہے، یعنی ''جو بادہ کش تھے پرانے۔''

قیمت دینار

سلگی دہلیز کبھی صحن کی دیوار گری
بارہا گھر پہ مرے برقِ شرر بار گری

کارواں تند بگولوں کے چمن سے گزرے
ٹوٹ کر نخل سے ہر شاخِ ثمر بار گری

عزم کی بات نہیں، بخت مرے ساتھ نہ تھا
جیت بھی ہار ہوئی ہاتھ سے تلوار گری

ناگہاں شمع بجھی، چاند بھی روپوش ہوا
خواب کی جھیل میں تصویر قلمکار گری

مہر شاہی کا بھرم مہنگے سمے نے توڑا
جنس کا نرخ بڑھا قیمت دینار گری!

گرم رُت، تشنہ زمیں، آگ اُگلتا سورج
یخ گری وہ بھی سرِ دامن کہسار گری

کس بلندی کا تجسس تھا نظر میں راسخؔ
سر اٹھایا تھا ابھی، پاؤں میں دستار گری

[راسخ عرفانی]